در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۱۸-۱۱۹ جلد نمبر ۱۰

۱۶ - ۳۰ ستمبر ۱ - ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۷ء جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	مدیر اعلیٰ	۳
۲	نعت شریف	قمر وائی	۵
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۶
۴	انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم	مدیر اعلیٰ	۹
۵	تجلیات غوثیہ	مدیر اعلیٰ	۱۳
۶	غزل	ساغر صدیقی	۱۴
۷	نورانی مکتوبات نبوی	پروفیسر فیاض احمد خان کاوش	۱۵
۸	اولیاء اللہ کی عظمت	ڈاکٹر سید زمرد شاہ قادری	۲۳
۹	مرشد کامل اور اس کی ضرورت	مولانا سید مبارک شاہ صاحب گیلانی	۲۷
۱۰	غزل	سید افتخار حیدر	۳۱
۱۱	پیر جو گوٹھ	قدرت اللہ بیگ	۳۲
۱۲	حضرت مفتی عظیم اللہؒ	مفتی عبداللطیف	۴۲
۱۳	استفتاء (گیارھویں شریف)	مفتی خلیل الرحمان نقشبندی	۴۷
۱۴	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری	۶۱

شذرہ

سرحد میں دوبارہ آٹے کا بحران

مدیر اعلیٰ

چار ماہ بعد سرحد میں دوبارہ آٹے کا بحران پیدا ہو چکا ہے۔ آٹے کی قلت اور مہنگائی کے سبب پشاور کے نانبائیوں نے ہڑتال کی جس سے اہالیان پشاور کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اگرچہ ہڑتال اب ختم ہو چکی ہے لیکن آٹے کی قلت کی وجہ سے صوبہ سرحد کے باشندے سخت پریشان ہیں اس صورتحال پر افغانستان حکومت، حزب اختلاف، دینی و سیاسی رہنماؤں، آٹا ڈیلروں ملز مالکان / نانبائیوں اور عوام کا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے گندم کی ترسیل، ناقص منصوبہ بندی، ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی اور آٹے کی افغانستان سمگلنگ جیسے مسائل کی نشان دہی کی ہے جو اپنی جگہ پر درست ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مزید دو عوامل بھی نہایت ہی اہم اور توجہ طلب ہیں جن میں سے اول یہ کہ حکمرانوں کی نیتیں اپنی رعایا کے متعلق بہت خراب ہو چکی ہیں ناجائز ٹیکسوں کی بھرمار سے غریبوں کا خون تو پہلے ہی چوسا جا چکا ہے اب رہی سہی کسریوں پوری کر دی گئی ہے کہ جن مسکینوں نے اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر اور قرض وغیرہ لے کر اپنا سر چھپانے کے لئے جو دو چار مرلے کے گھروندے تعمیر کئے تھے اب ان پر بھی ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے جو ظلم اور بدنیتی کی انتہاء ہے، حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فوراً اپنی نیتوں کا یہ فتور دور کریں اور ٹیکس کے ظالمانہ نظام پر نظر ثانی کر کے غریبوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیں دوم یہ کہ عوام بھی دنیا کے حصول میں اس قدر مشغول ہو چکے ہیں کہ یاد الٰہی کے لئے ان کے پاس وقت ہی نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑتا ہے تو اس کی زندگی تنگ کر دی جاتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (جو میرے ذکر سے منہ موڑتا ہے تو اس کی معیشت تنگ کر دی جاتی ہے) اور آج ہماری زندگی اور معاشیات کا جو حال ہے اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں، ہر ایک اہل

وطن اس سے بخوبی آگاہ ہے لہذا ہم مسلمانان پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ یہ غفلت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف مائل ہوں اپنی مساجد کو آباد کریں اور ذکر الٰہی کی محافل منعقد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ سرکشی چھوڑ کر اطاعت و فرماں برداری اختیار کریں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ ہم پر رحم فرمائے اور یہ سختی دور فرما دے۔

استدعا برائے دعائے صحت یابی

(۱) مفتی سرحد، عالم بے بدل حضرت علامہ مولانا مفتی سید مبارک شاہ صاحب گیلانی ساکن بجانہ ماڑی پشاور کافی عرصہ سے علیل ہیں

(۲) جناب سید تاج میر شاہ صاحب بخاری ممبر مرکزی مجلس شوریٰ جمعیت سادات صوبہ سرحد و چیف ایڈیٹر روزنامہ "مشرق" پشاور بھی علیل ہیں

معزز قارئین کرام سے التماس ہے کہ ان ہر دو حضرات کی صحت یابی اور شفائے کاملہ کے لئے خلوص قلب سے دعا فرمائیں۔ ادارہ "الحسن" کے جملہ اراکین بھی ان کی صحت یابی کے لئے دست بہ دعا ہیں۔

(ادارہ)

بخل و حسد

فیض لدھیانوی مرحوم و مغفور

سخت مہلک روگ ہیں دق اور سل
جسم کو بیکار کر دیتے ہیں یہ
یونہی دو آزار ہیں بخل و حسد
روح کو بیمار کر دیتے ہیں یہ

ضیائے رسولؐ

قمر وارثی

محیطِ ہر دو جہاں کیوں نہ ہو فضائے رسولؐ
بہ چہار سمت ہے پھیلی ہوئی ضیائے رسولؐ

اگر اُٹھا بھی حجابِ رخِ ادائے رسولؐ
تو پردہ بن گیا خود جلوۂ حیائے رسولؐ

مجھے نصیب ہے تقدیر سے ولائے رسولؐ
نظر نثارِ مدینہ، تو دل فدائے رسولؐ

نہ ہمزباں ہو بشر کا اگر خدائے رسولؐ
بیاں ہو نہیں سکتی کبھی ثنائے رسولؐ

ہر آئینہ ہیں مشیّت کا آپؐ آئینہ
وہی رضائے خدا ہے جو ہے رضائے رسولؐ

کھُلا یہ رازِ سرِ لامکاں شبِ اسرا
پہنچ سکا نہ وہاں تک کوئی سوائے رسولؐ

جو کہکشاں ہے فلک پر غبارِ راہِ حضورؐ
تو مہر و ماہ ہیں تصویرِ نقشِ پائے رسولؐ

وہیں مہکنے لگیں باغِ خلد کی کلیاں
جہاں ہوا سے ہلا دامنِ قبائے رسولؐ

خدا کرے شرفِ دید سے مشرف ہوں
دل و نگاہ کو ہے حسرتِ لقائے رسولؐ

لگاؤں آنکھوں سے، چوموں نظر سے، منہ پہ ملوں
اگر نصیب ہو قسمت سے خاکِ پائے رسولؐ

سرِ گدا ہو سرافرازِ تاجِ شاہانہ
کہیں سے ہاتھ جو آجائیں کفشِ پائے رسولؐ

وہاں تمازتِ خورشید کا اثر کیا ہو
جہاں سروں پہ ہو سایہ کئے لوائے رسولؐ

ہر امتی کو سرِ حشر بخشوا کے رہے
گناہگاروں پہ اللہ رے عطائے رسولؐ

ادب سے بیٹھو، ادب سے سنو، ادب سے اٹھو
کہ ہے ادب کی جگہ مجلسِ ثنائے رسولؐ

قمرؔ! ہو کیا مجھے عصیاں کا خوف محشر میں
مرے رسولِؐ خدا ہیں، مرا خدائے رسولؐ

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسینیہ

مدیر اعلیٰ

یایھا الذین امنو لا تقولو راعنا و قولو انظرنا و اسمعو وللکفرین عذاب الیم (۱۰۴) ما یود الذین کفروا من اھل الکتب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (۱۰۵)

ترجمہ:- اے ایمان والو! راعنا (ہمارے چرواہے) مت کہو بلکہ (یوں) گزارش کرو "انظرنا" کہ ہماری طرف نظر کرم فرمائیے اور پوری توجہ سے سنو اور کافروں کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔ (۱۰۴) (اے، مسلمانو!) اہل کتاب سے انکار کرنے والے اور نہ ہی مشرکین یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے تم پر وحی الٰہی نازل ہو اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جسے چاہے اپنی رحمت (وحی الٰہی) سے مختص فرمادے اللہ جل جلالہ. بہت ہی عظیم فضل والا ہے (۱۰۵)

حل لغت:- راعنا۔ جمع متکلم کا صیغہ ہے فعل ماضی ہے ہمارے چرواہے راعی اس کا مصدر ہے جس کے معنی چرواہے کے ہیں۔ انظرنا ہماری طرف دیکھیئے ہماری طرف نظر کرم فرمائیے۔ ہماری طرف توجہ فرمائیے۔ جمع متکلم کا صیغہ ہے فعل امر ہے۔ واسمعو اور پوری توجہ سے سنو اس میں تنبیہ موجود ہے یود واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے فعل مضارع ہے وہ چاہتا ہے وہ پسند کرتا ہے یختص واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے فعل مضارع ہے خاص کرنا، مختص کرنا، وہ خاص کرتا ہے، وہ مختص کرتا ہے۔

تفسیر:- بنی اسرائیل کی دیرینہ دشمنی اور عداوت مختلف صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوتی رہتی، وحی الٰہی کے ذریعے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دشمنی اور عناد سے بچنے کے لئے اور سمجھانے کے لئے اپنے اپنے مقام پر بالتفصیل ذکر فرمایا ہے تاکہ کہیں مسلمان بھی ان بداخلاقیوں میں مبتلا نہ ہو جائیں اور عذاب الٰہی کے مستحق نہ ٹھہریں۔ بنی اسرائیل کی ان بری خصلتوں، عادتوں اور شیطانی چالوں میں سے ایک یہ شرارت بھی تھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص و توہین

کی جاتے۔ اور ایسے گھٹیا اور کم تر الفاظ سے جو کہ ذو معنی ہوں اور عام لوگوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہوں یاد کیا جائے اور مخاطب کیا جائے تاکہ ثابت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی جو نعمتیں ہیں، جو برکتیں ہیں اور اللہ کی جانب سے ان کو فضیلتیں عنایت فرمائی ہیں اور ان کو جن مقامات رفعت سے یاد کیا گیا ہے لوگوں کی نظروں میں کم کیا جائے لہذا انہوں نے بزعم خود حضور پاک پیغمبر اسلام نبی الانبیاء۔ عالم علوم اولین وآخرین افضل ورسل جناب محمد مصطفی احمد مجتبی صلی اللہ علیہ تعالی کو اس گھٹیا لفظ سے کہ آپ تو ہمارے چرواہے ہیں مخاطب کیا خداوند بزرگ و برتر کو ان کی یہ بداخلاقی بہت ہی ناگوار گزری اور وہ اپنے محبوب کی شان اقدس میں اس قسم کے توہین آمیز الفاظ برداشت نہ کر سکے۔ لہذا مسلمانوں کو نہایت ہی بامعنی اور کھلے الفاظ کے ساتھ مخاطب کرتے ہوتے ارشاد فرمایا کہ اب میرے محبوب کو مخاطب کرتے ہوتے کبھی بھی ایسے لفظ سے نہ بلاؤ جو دو معنی دیتا ہو یعنی اس کے اندر سے گھٹیا پن کی بدبو آتی ہو لفظ راعنا کے معنی صاحبان لغت نے لکھے ہیں کہ ہماری رعایت کیجیے مگر یہ بدبخت بنی اسرائیل اس لفظ کو مروڑ کر ادا کر کے اس کے معنی کے اندر توہین آمیز مطلب نکالتے اور ان کی منشاء ہوتی کہ آپ تو ایک معمولی آدمی ہیں جو بکریاں چراتے ہیں لہذا اللہ جلہ جلالہ نے یہ بے ادبی کی لغت ہی اپنے محبوب کے انداز تخاطب سے نکال دی۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ جل جلالہ نے تنبیہ "فرمایا کہ جب بھی میرے محبوب کے ساتھ گفتگو کرو یا مخاطبہ کرو تو سب سے پہلے پیغمبر اسلام کی گفتگو اور الفاظ مبارک کو نہایت ہی غور سے سنو اور پھر نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ سکون وقار اور طمانیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دو ورنہ یاد رکھو کہ پیارے محبوب کے حضور میں ایک ہلکی اور خفیف سی نافرمانی یا بے ادبی یا کوتاہی بھی کافر کر دیتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ یہ کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے اور یہاں پر کافروں سے مراد ہی وہ بے ادب اور گستاخان رسول تھے۔ جنھوں نے حضور کی توہین کا مخاطبہ میں ارادہ کیا۔

ملت اسلامیہ کو اس آیہ کریمہ سے موعظت و نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور ایسا نہ ہو کہ حضور پاک کی شان اقدس میں اس قسم کے الفاظ استعمال کر بیٹھیں جو کہ عام انسانوں کے لیے ہوتے ہیں بلکہ وہ القاب اور وہ الفاظ جو کہ شایان نبوت ہیں استعمال کیے جائیں یہ بدنیتی صرف اور صرف بنی اسرائیل کے

کافروں، منکروں اور مشرکوں کو اس لئے تھی کہ وہ جناب سید الرسل فخرانس و جان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اور وجود اطہر پر قرآن مجید فرقان حمید کے نزول کو ہی پسند نہیں کرتے تھے اور نہ اسے برداشت کرتے تھے لہذا ان کا یہ کہنا کہ قرآن مجید فرقان حمید ہم جیسے چرواہے پر نازل ہو رہا ہے یہ کوئی نا تو قابل قبول بات ہے اور نہ ہی قابل عزت ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی اللہ جل جلالہ کی رحمت ہے کہ اپنی اس رحمت سے یعنی وحی الہی سے بعثت نبوت سے جسے چاہے سرفراز فرمادے اور اسی نے اپنی شان و عظمت کے مناسب اپنے پیارے محبوب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختص اور منتخب فرمایا ہے اور اپنی کبریائی کے صدقے میں شان رحمت العالمینی سے خاتم النبیینی سے مومنوں پر رؤف و رحیمیت سے اور قیامت کے دن شفاعت کبریٰ سے اور دیگر معزز ترین القاب سے نواز کر اپنی شان فضل عظیم کا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم مراد آبادی (۱) آیہ کریمہ یایھا الذین لا تقولوا الخ کی شان نزول نقل فرماتے ہیں،

"جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے "راعنا یا رسول اللہ" اس کے یہ معنی تھے کہ یا رسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمایئے یعنی کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوء ادب کے معنی رکھتا تھا انہوں نے اس نیت سے کہنا شروع کیا حضرت سعد بن معاذ۔ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن یہ فرمایا اے دشمنان خدا تم پر اللہ کی لعنت اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا اس کی گردن مار دوں گا۔ یہود نے کہا کہ ہم پر آپ برہم ہوتے ہیں مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں اس پر رنجیدہ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں "راعنا" کہنے کی ممانعت فرمادی گئی تھی اور اس معنی کا دوسرا لفظ "انظرنا" کہنے کا حکم ہوا تھا"

(۱) کنزالایمان مع حاشیہ خزائن العرفان پارہ اول ص ۲۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

(جاری ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

انوار علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

مدیر اعلیٰ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

پس یقیناً وہ میرا بھائی ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک وجود دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ یہ کون ہے تو ام ایمن نے عرض کیا کہ اسماء بنت عمیس ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کیا تو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کی تعظیم کے لئے آئی ہے اس نے عرض کیا کہ ہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے فرمایا کہ یہود عورتوں کے قریب جانے سے منع کرتے تھے۔ راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں لب مبارک ڈالی اور اس پر اعوذ پڑھا پھر (جناب) علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلایا پس ان کے چہرہ پر ان کے سینہ پر اور ان کے بازوؤں پر اس پانی کو چھڑکا۔ پھر (جناب) سیدہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) کو بلایا پس وہ آئیں در آنحالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیاء کرتیں اپنی چادر میں گرتی پڑتیں تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا پھر اسے ارشاد فرمایا اے میری پیاری بیٹی اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اپنی اہل بیت سے جو بہت بہتر تھا اس کے ساتھ تیری شادی کی پھر اٹھے اور گھر سے تشریف لے گئے۔

حل لغت: اھدی۔۔ جہیز، سریر۔ چارپائی۔ مشروط، بنی ہوتی، وسادہ۔ توشک آدم، چمڑہ۔ حشو۔ بھرنا، لیف، کھجور کے درخت کی کھال۔ قیرتہ۔ مشکیزہ الرمل، ریت۔ تور۔ چھوٹا پیالہ یا پتھر کا لوٹا جس سے پانی پیتے ہیں۔ تفل۔ تھو تھو کرنا جس میں کچھ تھوک بھی نکلے رش، چھڑکا۔ تعثر۔ گر رہی تھی۔ عثر۔ یا عثبیر یا عثار پھسل جانا۔ گر پڑنا۔ ٹھوکر کھا کے گرنا۔ ہلاک ہونا۔

تشریح: ارشاد ہے۔ سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا یعنی حسب توفیق لڑکی کو۔ جہیز

دنیا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ ماننے والا ہی انکار کرے گا آج کل بعض لوگ۔ جہیز دینے کی مخالفت کر رہے ہیں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو بنفس حسب توفیق اور حسب ضرورت۔ جہیز دیا۔

ہاں خوا مخواہ دکھاوے کے لئے ادھار قرض لے کر اپنے آپ کو زیر بار اور تباہ نہ کرے بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرے ارشاد ہے پس یقیناً وہ میرا بھائی ہے یعنی یہ فقرہ قابل توجہ ہے کہ یقیناً وہ میرا بھائی ہے اس سے کتنی محبت کا اظہار ہو رہا ہے کتنے پیار کی بارش ہو رہی ہے کتنا زیادہ اعتماد اور بھروسہ کا ثبوت مل رہا ہے ارشاد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسماء بنت عمیس کے اس تقریب سعید کے موقعہ پر آنے سے۔ بہت خوش ہوئے ثابت ہوا کہ نکاح کی تقریب میں شمولیت باعث برکت ہے ارشاد ہے ۔یہود عورتوں کے قریب جانے سے منع کرتے تھے یعنی یہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا۔

ارشاد ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں لب مبارک ڈالی اور اعوذ پڑھا یعنی اس پانی کے پیالہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تھوک مبارک ڈالی اور اعوذ پڑھ کر دم کیا ۔ارشاد ہے تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا یعنی وہ پانی جس طرح جناب علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے اعضاء پر چھڑکا اسی طرح جنابہ سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا کے اعضاء پر بھی چھڑکا مولانا مولوی محمد ابوالحسن صاحب شارح خصائص نسائی صہ 72 پر تحریر فرماتے ہیں اس حدیث شریف سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی اس کو نکاح کر دی اور اس کو سب اہل بیت میں سے۔ بہتر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی بیٹی کو۔ جہیز دینا سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کے وقت دلہن کی تعظیم کے لئے عورتوں کا جمع ہونا درست ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۶/ ۴ اخبرنی احمد بن شعیب قال اخبرنی عمران بن بکار ابن راشد قال حدثنا احمد بن خالد قال حدثنا محمد عن عبداللہ بن ابی نجیح عن ابیہ ان معویتہ ذکر علی ابن ابی طالب فقال سعد بن ابی وقاص واللہ لان یکون (لی احد من) خصالہ الثلث احب الی

من ان یکون لی ماطلعت علیہ الشمس لان یکون لی ماقالہ فی غزوہ تبوک اماترضی ان

تکون منی بمنزلہ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی احب الی من ان یکون لی

ماطلعت علیہ الشمس لان یکون لی ما قال یوم خیبر لاعطین الرایہ اجلاً یحب اللہ

ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ کرار لیس بفرار احب الی من ان یکون لی ماطلعت علیہ

الشمس لان اکون صہرہ علی ابنتہ ولی من الولد منہا مالہ احب اتی من ان یکون لی

ماطلعت علیہ الشمس۔

ترجمہ: ابن نجیح سے روایت ہے کہ معاویہ نے علی کا ذکر کیا تو سعد بن وقاص نے کہا اللہ کی قسم اس کی تین خصلتوں میں سے مجھے اس (علی المرتضیٰ) کی تین خصلتوں میں سے ایک خصلت کا حصول دنیا کی ہر اس چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے جس پر سورج چڑھتا ہے یہ کہ ہو میرے لئے وہ بات جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے ارشاد فرمائی ہے (غزوہ تبوک میں) کہ جو مرتبہ (جناب) موسیٰ (علیہ السلام) کا تھا وہ تیرا میرے نزدیک ہو گیا تو اس پر راضی نہیں مگر ہاں ایک بات یاد رکھ کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے مجھے اس سے یہ خصلت زیادہ پسند ہے البتہ میرے لئے ہو وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی کہ میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا جو خدا اور اس کے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح فرمائیگا حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں دنیا اور اس میں جو کچھ ہے مجھے اس سے یہ خصلت پسند ہے البتہ کہ میں داماد ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر مبارکہ پر اور اس سے میرے لئے اولاد ہو جیسا کہ (جناب) علی (المرتضیٰ) کے لئے ہے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے مجھے اس سے یہ خصلت محبوب تر ہے۔

تشریح: ارشاد ہے معاویہ نے علی کا ذکر کیا مولانا مولوی محمد ابوالحسن صاحب اپنی شرح صہ ۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں یعنی اس کو برا کہا ارشاد ہے کہ مجھ پر سورج چڑھے یعنی جناب امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم میں جو تین خصلتیں ہیں اگر ان میں سے مجھے ایک خصلت بھی حاصل ہو جائے میں اس ایک خصلت کے حاصل کرنے پر اپنی دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے سب کچھ دیکر وہ

ایک خصلت حاصل کرنا نہایت ہی پسند کروں گا ارشاد ہے جو مرتبہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک جناب ہارون علیہ السلام کا تھا وہ تیرا میرے نزدیک ہو گیا تو اس پر راضی نہیں یعنی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں غزوہ تبوک کے موقع پر فرما کر انتہائے شرف سے نوازا تو سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ میں تمام کائنات کی بجائے اس ایک شرف سے نوازا جانا زیادہ پسند کرتا ہوں ارشاد ہے میں کل ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس شخص کو عطاء کروں گا جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح فرمائے گا بار بار حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں دنیا اور زمین میں جو کچھ ہے مجھے اس سے یہ خصلت پسند ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر کے وقت جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان تین اعزازات سے سرفراز فرمایا جو کسی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل نہیں۔ جناب سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ تمام کائنات میں جو کچھ بھی ہے مجھے اس سے زیادہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان اعزازات سے نوازا جانا پسند ہے ارشاد ہے البتہ کہ میں داماد ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر مبارکہ پر اور اس سے میرے لئے اولاد جیسا کہ جناب علی المرتضیٰ کے لئے ہے یعنی یہ بات ناممکن ہے کہ ایسی ہو لہذا یہ فضیلت اور عزت افزائی سوائے جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی اور کو حاصل نہیں تو ثابت ہو گیا کہ اس مرتبہ عالی کے مالک کو اور جو قرب خاص اس بزرگ خاص و مقرب رسول کو حاصل ہے کے باوجود ان کو کسی بھی وجہ سے برا کہنا اچھا نہیں اسی لئے جناب سعد بن ابی وقاص نے امیر شام جناب معاویہ بن ابی سفیان کو امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی وہ شرافتیں، عزتیں اور عظمتیں یاد دلائیں جو کہ انہیں حضرت سرور کون و مکان امام الدنیا سید المرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب پاک سے عطاء ہوئیں تھیں اور ذکر فرمایا وہ بھی صرف تین مبارک خصلتوں کا ورنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک کا مظہر اتم ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

تجلیات غوثیہ

مدیر اعلیٰ

اس بات پر میری تسلی خاطر ہرگز نہیں ہوئی تھی۔ ان پر دو دوستوں سے ان مسائل میں گفتگو رہی۔ مگر جو میرا شبہ تھا وہ حسب مدعا واضح نہ ہو سکا آخر ایک رات حضرت شیخ ابن عربی اور حضرت شیخ صدر الدین قونوی جو شیخ اکبر کے اجل دوستوں میں سے تھے بمعہ مولوی جامی کے خواب میں دیکھا اس فقیر کے سامنے ان ہر دو مسئلوں کے متعلق جیسا کہ ان کے لائق تھا تقریر فرمائی۔ جب نیند سے میں اٹھا تو مکمل تشفی تھی۔ بلکہ اس خواب کی وجہ سے اب تو یہ حال ہے کہ اس علم میں جو قضیہ وارد ہوتا ہے اسے ایسے پاتا ہوں گویا اس کا حل آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور اس طرح سمجھتا ہوں کہ اپنے وجدان سے حاصل ہوا ہے اور ان مسائل کی مشکلات اس طرح واضح ہو گئے ہیں کہ قطعاً کوئی شبہ ہی نہیں ہوتا کہ اور اگر کوئی دوسرا شبہ پیدا کرتا ہے تو اس کا منشاء شبہ بھی جان لیتا ہوں کہ یہ قصور اس شخص کی کم فہمی کا نتیجہ ہے اور اس کا جواب بغیر کسی قسم کی تاخیر کے الہام ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس علم کے مقدمات کا حل اب تو اس فقیر کا نصب العین ہو چکا ہے چنانچہ اس علم میں چند رسائل لکھے ہیں ایک تو اسرار التوحید ہے یہ رسالہ عربی زبان میں لکھا ہے اور دوسرا بھی رسالہ فارسی زبان میں ہے اور یہ رسالہ کہ کسب سلوک اور طریقت و حقیقت کے بیان میں ہے اور اب تو یہ حال ہے کہ ان مقدمات کے لکھنے یا بیان کرنے کی طاقت نہیں رہی اور ان مسائل کے بیان کرنے سے اب دل اٹھ گیا ہے مگر ہاں اگر کسی کوئی مشکل مقام پیش آئے اور پوچھے تو اس کی استعداد کے مطابق اس کی تسلی کر دی جاتی ہے اور حتی المقدور اس راہ میں میں نے کوشش کی ہے۔

(جاری ہے)

غزل

ساغر صدیقی

بھنور آنے کو ہے اے اہلِ کشتی ! ناخدا چن لیں
چٹانوں سے جو ٹکرا لے وہ ساحل آشنا چن لیں

زمانہ کہہ رہا ہے میں نئی کروٹ بدلتا ہوں
انوکھی منزلیں ہیں کچھ نرالے رہنما چن لیں

اگر شمس و قمر کی روشنی پر کچھ اجارہ ہے
کسی بیدار ماتھے سے کوئی تارِ ضیاء چن لیں

یقیناً اب عوامی عدل کی زنجیر چھنکے گی
یہ بہتر ہے کہ مجرم خود ہی جرموں کی سزا چن لیں

اسیری میں کریں حسنِ گلستاں کی نگہبانی
قفس میں بیٹھ کر طائر ذرا رنگِ فضا چن لیں

بگولے نکہتِ گُل کے نمائندے کہاں ساغر
سنیں جو بات پھولوں کی وہ ہمرازِ صبا چن لیں

دار فنا

فیض لدھیانوی مرحوم و مغفور

عجب حالت ہے زنداں جہاں کی
یہاں ہر عمر کا قیدی دکھی ہے
تعین وقت کا مخفی ہے ورنہ
سزائے موت سب کو ہو چکی ہے

نورانی مکتوبات نبوی

پروفیسر فیاض احمد خان کاوش

(یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک)(المائدۃ ۵ / ۶۷)

(اے رسول ! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے
واضح طور پر پہنچادے)

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است
آرے کلام حق ، بزبان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است

حضور افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصیح و بلیغ خطبے جس طرح علم وادب کا سرمایہ ناز ہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کے مقدس خطوط، فصاحت و بلاغت کا طرہ امتیاز ہیں۔ آپ کے خطوط کی زبان اس قدر آسان ہے کہ اسے "سہل ممتنع" کا اعجاز کہئے۔ آپ کا انداز بیان اس قدر موثر دلنواز ہے کہ اسے "علم بیان" کا فخر و ناز سمجھئے۔ اور لطف یہ کہ کوہستان فن وادب سے "محاسن سخن" کی "جوئے شیر" لانے میں آپ کو کسی قسم کی عرق ریزی نہیں کرنا پڑی۔ بلکہ آپ کی زبان حق بیان سے علم وحکمت کی نہریں خود بخود جاری ہوگئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے مکتوبات شریف کے ہر ہر جملے سے "شوکت الفاظ" کے حسین فوارے پھوٹ رہے ہیں اور آپ کی خوبصورت عبارت کے لفظ لفظ سے "حسن معانی" کے شیریں چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ دراصل یہ وصف سخن آپ کی نبوت کا خاصہ تھا چنانچہ اس فن میں آپ کو کبھی کسی سے کچھ سیکھنے کی ضرورت پیش نہ آئی اور نہ ہی اس ضمن میں آپ نے کبھی کسی کی تقلید فرمائی اور ایسا ہوتا بھی کیسے کہ آپ سے پہلے عرب بھر میں کہیں ایسی نادر ونایاب خطوط نویسی کا کوئی رواج ہی نہ تھا۔

جی ہاں ! اس انداز نگارش سے دنیائے ادب کو سب سے پہلے آپ ہی نے روشناس کرایا۔ غرضیکہ آپ کے خطوط کے لفظ لفظ سے "اعجاز قرآنی" جھلک رہا ہے اور حرف حرف میں "نور ہدایت" دمک رہا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ ایسی نورانی خطوط نویسی کا آغاز آپ ہی نے فرمایا اور پھر خود آپ ہی نے اسے درجہ کمال تک پہنچایا۔ چنانچہ بسم اللہ الرحمان الرحیم سے خط کی

ابتداء کرنے کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ اس کے فوراً بعد "من فلاں الی فلاں" (یعنی فلاں کی طرف سے فلاں) کے نام لکھنے کی طرح بھی آپ ہی نے ڈالی۔ اس کے فوراً بعد اما بعد لکھنے کی رسم بھی آپ ہی سے چلی اور پھر "درجہ بدرجہ القاب" سب سے پہلے آپ ہی نے لکھائے نیز "پروٹوکول کے ادب و آداب" دنیا کو آپ ہی نے سکھائے۔ ورنہ اس سے پہلے کسی کو کچھ شعور ہی نہ تھا، جی ہاں تاریخ میں سب سے پہلے آپ ہی نے اپنے خطوط میں یہ لوازمات بہم پہنچائے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے اپنے خط میں شاہ مصر کو "عظیم القبط" کے اعلیٰ لقب سے یاد فرمایا اور "ہرقل شاہ روم" کو "عظیم الروم" کے شاندار خطاب سے نوازا۔ نیز "کسریٰ، شاہ فارس" کو "عظیم الفرس" کے نام سے مخاطب فرمایا مگر اسلم تسلم (یعنی اسلام قبول کر سلامت رہے گا) کا جانفزا پیغام سب ہی کو سنایا۔

ایک خاص بات دیکھنے میں یہ آئی کہ آپ کی طرف سے جو خطوط "آتش پرست اور مشرک بادشاہوں" کو لکھے گئے انہیں کفر و شرک کی تذلیل بڑے سخت الفاظ میں کی گئی ہے لیکن ایسی ذلت آمیز عبارت ان خطوط کی نہیں جو "اہل کتاب بادشاہوں" کو لکھے گئے۔

سب سے زیادہ نرم لہجہ اس خط کا ہے جو "نجاشی" شاہ حبشہ کو لکھا گیا، اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حفظ مراتب کے ساتھ ساتھ "توحید" کی دعوت بھی دی گئی ہے جس کی حقانیت کو قبول کرتے ہوئے نجاشی ایمان لے آیا اور اسلام کا غلام بن گیا

وہ سلطان شاہ و گدا بن کے آئے　　　نجاشی بھی خادم ابو ذر بھی خادم

پس اس سے ثابت ہوا کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف تہذیب و تمدن اور ماحول میں پرورش پانے والے مختلف اقوام کے سرداروں، پیشواؤں اور بادشاہوں کی طبیعتوں کی افتاد طبع سے خوب واقف تھے چنانچہ آپ نے ہر شخصیت کے مرتبہ اور مزاج کے مطابق خطوط لکھے اور اسی مناسبت سے القاب و آداب بھی، استعمال فرمائے اس حقیقت کی عکاسی کے لئے یہاں نمونے کے طور پر دو بادشاہوں کو تحریر کردہ خطوط پیش کئے جاتے ہیں جن کے تقابلی جائزے سے نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیرت انگیز موقع شناسی کا پتہ چلتا ہے نیز علم بیان پر آپ کی قدرت کاملہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ فرق بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان میں سے ایک بادشاہ مجوسی (آتش پرست) ہے اور

دوسرا "نصرانی" (یعنی عیسائی)، ہے ہر ایک کی اپنی منفرد حیثیت ہے جس کے مطابق خطوط لکھے گئے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

نامۂ گرامی

قیصر روم "ہر قل عظیم" کے نام

بسم اللہ الرحمان الرحیم

من محمد عبداللہ و رسولہ الی ہر قل عظیم الروم

حضرت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے ہر قل بادشاہ روم کے نام

سلام علی من اتبع الھدی

سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی

اما بعد! فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام

بعد ازاں، میں تم کو اس کلمہ کی دعوت دیتا ہوں جو اسلام کی طرف بلاتا ہے

اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین

تم اسلام قبول کرلو (تمام مصیبتوں سے) محفوظ رہو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دوگنا ثواب عطا فرماتے گا۔

فان تولیت فعلیک اثم الاریسین

اور اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو (تو یاد رکھو کہ) تمہاری قوم (نصرانیوں کی گمراہیوں اور بداعمالیوں) کا وبال بھی تم پر ہی آتے گا۔

یا اھل الکتاب تعالی الی کلمتہ سواء بیننا

اے اہل کتاب، آؤ ہم ایسی بات پر متحد ہو جائیں جو ہمارے تمہارے درمیان (پہلے سے) تسلیم شدہ ہے۔

و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک لہ

(اور وہ بات یہ ہے کہ) ہم سب اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک

ٹھہرائیں

شیاو لا یتخذ بعضنا بعضاارباباً

اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں ہی کو رب قرار دیں

من دون اللہ فان تولو فقولو اشھدو

پس اگر تم ان باتوں کو نہیں مانتے تو پھر گواہ رہو کہ ہم

بانا مسلمون

تو (اللہ کے) مسلم (فرمانبردار) ہیں

یہ خط کیا ہے "فصاحت و بلاغت" کا خوبصورت گلدستہ ہے۔ یہاں موزوں کلمات کا خوش ترتیبی "محاسن سخن" کا حسین مرقع ہے بلکہ سارا خط ہی اختصار و ایجاز کا اعجاز ہے چنانچہ "اسلم تسلم" (یعنی اسلام قبول کر، سلامت رہے گا) کے معنی خیز ترکیب پر صنعت اختصار و ایجاز، قربان ہوتی جاری ہے، یہاں ان دو لفظوں میں پوشیدہ "معانی و بیان" کی وسعتیں ناقابل تسخیر ہیں اللہ اکبر کیا شان بیان اور حسن کلام ہے کہ اس کے آگے ناطقہ بند اور عقل حیران ہے۔

دیکھئے کہ کس خوبصورتی سے خط کے آغاز ہی میں آپ نے خود کو محمد عبداللہ (یعنی محمد اللہ کے بندے) لکھوا کر عیسائیت کے باطل عقیدے "عیسیٰ ابن اللہ (یعنی عیسیٰ اللہ کے بیٹے) کی پہلے ہی تردید فرمادی۔ اس کے بعد سلام علی من اتبع الھدیٰ میں بلاغت کا کمال دیکھئے کہ "سلام تو اس پر ہے جو ہدایت کی اتباع کرے" چنانچہ ہرقل پر اسلام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اگر وہ ہدایت کی پیروی کرے یہ آپ کے حسن بیان کا کمال ہے اور پھر اس کے آگے یوتک اللہ اجرک مرتین (یعنی اللہ تجھ کو دگنا اجر دے گا) یعنی ایک اجر تو سابق نبی برحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اعتقاد رکھنے کا اور دوسرا اجر نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا سبحان اللہ کیا حسن کنایہ ہے اور یہ جو ارشاد ہوا

فان تولیت فعلیک اثم الاریسین

(یعنی تو اگر اسلام سے روگردانی کرے گا تو تیری رعایا کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی تجھ ہی پر ہو گا)

یہ بلاغت کی انتہا ہے کیونکہ یہ قرآنی حکیم کے عین مطابق بھی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا۔
وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور دوسرے بوجھ بھی" (سورۃ العنکبوت، آیت۔ ۱۲)
اس طرح آپ کے خطوط، قرآنی تعلیمات کا عکس جمیل اور احکامات الٰہی کی روشن تمثیل ہیں سبحان اللہ

آپ آگئے حیات کا ساماں لئے ہوئے　　　تاریکیوں میں مشعل قرآں لئے ہوئے

مکتوب گرامی خسرو پرویز، شاہ ایران کے نام

بسم اللہ الرحمان الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس

سلام علی من اتبع الھدی وامن باللہ و رسولہ واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمد عبدہ و رسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ عزوجل، فانی انا رسول اللہ الی الناس کافتہ لا نذر من کان حیاو یحق القول علی الکافرین، اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس

ترجمہ۔

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کی جانب سلام ہے اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں تجھے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ اس شخص کو ڈراؤں جس کا دل زندہ ہے اور کافروں پر اللہ کی حجت پوری ہو اسلام لا، سلامت رہے گا اور اگر تو نے اس سے روگردانی کی تو تمام آتش پرستوں کا گناہ بھی تجھ ہی پر ہو گا۔
یہ فصیح و بلیغ انداز بیان، آپ ہی کا حصہ ہے یہاں ایجاز اور اختصار کا جو رنگ جمایا ہے وہ بھی ایک عجوبہ ہے ذرا غور فرمایئے کسریٰ کے نام اپنے اس خط کے آغاز ہی میں آپ نے اپنے لئے محمد رسول اللہ لکھوایا۔

اس طرح بڑی مہارت سے آپ نے حسن بلاغت کا مظاہرہ فرمایا کیونکہ "کسریٰ" آتش پرست تھا اور رسالت کا قائل ہی نہ تھا جبکہ ہرقل عیسائی تھا اور عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں بلکہ بیٹے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) لہذا آپ نے اس طرح شروع ہی میں ابن اللہ کے باطل عقیدے کی تردید فرما دی اور خود کو عبداللہ (اللہ کا بندہ) لکھا سبحان اللہ صنعت بلاغت کا کیا خوب مظاہرہ فرمایا آپ نے اس کے فوراً بعد صنعت ایجاز سے کام لیتے ہوئے چند لفظوں میں اسلام کی دعوت دے دی اور اس میں بھی یحق القول علی الکافرین (یعنی کافروں پر اللہ کی حجت پوری ہو) فرمایا

کیونکہ کسریٰ تو کھرا کافر تھا اس لئے کسریٰ کو آپ نے ہرقل کی طرح اجرک مرتین (یعنی اللہ تجھے دوگنا اجر دے گا) نہیں لکھا کیونکہ آتش پرست کسریٰ کا اعمال نامہ تو اجر سے بالکل ہی خالی تھا حقیقت یہ ہے کہ یہ مکتوب گرامی الفاظ کی ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے فصاحت و بلاغت کی رنگین بہاریں دکھا رہا ہے اور جگہ جگہ صنائع بدائع کے حسین پھول کھلا رہا ہے اس طرح آپ کا سارا خط ہی باغ پر بہار ہے اس میں وسعت معانی کا بحر بے کراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور ہر طرف حسن بیاں کا اعجاز قرآن نظر آرہا ہے خط کے آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی جو مہر ثبت ہے وہ ہر مسودے میں ایک ہی طرح کی ہے یعنی اس میں اللہ کا لفظ سب سے اوپر رسول کا لفظ درمیان اور آپ کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے نیچے اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کے تعلق کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے اس کے برعکس بندوں سے آپ کے تعلق کا اندازہ خط کے آغاز ہی میں ہو جاتا ہے۔ جہاں آپ نے اپنا اسم مبارک پہلے لکھا اور مکتوب الیہ کا نام بعد میں تحریر کیا حالانکہ اس دور کا دستور تھا کہ امیروں، رئیسوں اور بادشاہوں کو جو خطوط ارسال کئے جاتے ہیں ان میں کاتب اپنا نام بعد میں لکھتا تھا اور معزز مکتوب الیہ کا نام اس کے اعزاز و مرتبہ کے مطابق پہلے لکھا جاتا تھا مگر اس دور کے دستور کے برعکس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پہلی مثال قائم کی کہ امرائے و سلاطین کے نام حضور نے اپنے نام کے بعد میں لکھوائے اور وہ بھی مقررہ القابات و خطابات کے بغیر اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دین متین

کے واعی بنکر آئے تھے اس میں ان گمراہ امراء وہ سلاطین کی کوئی وقعت ہی نہ تھی

اس طرز تخاطب نے اس عہد کے درباروں کو بری طرح حیرت زدہ کر دیا سلاطین وقت غصے سے بے قابو ہو گئے اور اس کا چرچا جب عوام میں ہوا تو وہ بھی حیران رہ گئے کہ یہ کیونکر ممکن ہوا ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کوئی شخص روم، ایران کے ذی شان شہنشاہوں کو اس جرات و بے باکی سے مخاطب کر سکتا ہے اس طرز تخاطب پر آتش پرست شہنشاہ ایران خسرو پرویز کو سب سے زیادہ غصہ آیا چنانچہ خط سن کر کسریٰ بھڑک اٹھا انتہائی اشتعال کے عالم میں اس نے حضور کے نامہ مبارک کو اٹھا کر چاک کر ڈالا کیونکہ عربوں کے بارے میں تو اس کا یہی فرسودہ تصور تھا کہ وہ ایک طفیلی قوم ہیں جو جنگوں میں فاتحین کی رکاب میں لوٹ مار کے لئے دوڑتے ہیں اور انعام و کرام لے کر صحرا میں لوٹ جاتے ہیں اس کے شیوخ شاہان ایران کے وظیفہ خوار رہے ہیں مگر آج ان کا ایک گمنام شیخ اسے یوں مخاطب کر رہا ہے جیسے وہ خود شہنشاہ اور کسریٰ اس کا سازبان کسریٰ اس کم شان کا کبھی گمان تک نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ یہ نامہ دیکھتے ہی بھڑک اٹھا تھا۔ بہر حال یہ ہوا سو ہوا مگر اس طرز تخاطب کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان درباروں میں بھی اور ان قبائل عرب میں بھی جو ایران اور رومی سلطنتوں کے ماتحت تھے لوگ سوچنے لگے کہ جس ہستی نے اس جرات و بے باکی سے شاہان وقت کو مخاطب کیا ہے ضرور اس کے پاس کوئی طاقت ہوگی جس کے بل بوتے پر اس نے یہ جسارت کی ہے نفسیاتی طور پر یہ پہلی کامیابی تھی جو ان خطوط سے اس طرز تخاطب کے نتیجے میں اسلام کو حاصل ہوئی صرف یہی نہیں بلکہ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اوقات میں اپنے گرامی ناموں سے مختلف قبائل کو نوازا تھا۔ ایک خط بنی ہمدان کو بھی ان کی اپنی قبائلی زبان میں لکھوایا تھا اس خط میں ان کے اپنے علاقائی الفاظ اور مقامی روز مرہ کا استعمال اس خوبی سے کیا گیا ہے کہ یہ خط خود ان کی اپنی زبان کا شاہکار بن گیا ہے جسے پڑھ کر وہ لوگ اپنائیت کے جذبے سے ایسے سرشار ہوتے کہ آپ کے ہر حکم پر سو جان سے قربان ہونے کو تیار ہو گئے یہ سب آپ کے حسن تحریر کا اعجاز تھا اس خط کی سادگی و پرکاری کا صحیح لطف تو عربی زبان کے ماہرین ہی اٹھا سکتے ہیں پھر بھی تبرکا ایک شہ پارہ پیش خدمت ہے

دیکھئے اگرچہ یہ نغمہ نہیں لیکن اس میں غنائیت موجزن ہے اگرچہ یہ شاعری نہیں لیکن اس میں شعریت رچی بسی ہوئی ہے لیجئے پڑھیئے اور لطف سخن اٹھایئے

اقتباس از نامہ گرامی

ان لکم فراعها و وهاطها و عزارها تاکلون علافها و ترعون عفاء ها لنا من دفئهم و صرامهم و سلموا بالمیثاق و الامانۃ و لهم من الصدقۃ الثلب و الناب و الفصیل و الفارض الداجن و الکبش الحواری و علیهم فیها الصالغ و القارح

ترجمہ:۔ اے بنی ہمدان، تمہارے لئے نشیب و فراز اور سنگ ریزوں والی زمین ہے پس تم (بڑے مزے سے) اس کی پیداوار کھاؤ اور اس میں (اپنے جانور) بے روک ٹوک چراؤ ہمارے لئے ان مویشیوں اور غلے کے خرمنوں کا وہی حصہ ہے جو وہ (اپنے عہد و پیمان کے مطابق) امانت کے ساتھ ادا کر دیں گے"

مندرجہ بالا اقتباس میں الفاظ کا حسن انتخاب لاجواب ہے جس میں معانی و مطالب کا اک جہان لامحدود آباد ہے

دیکھئے یہاں:۔ فراعها و وهاطها و عزارها و علافها عفاءها

اور دفئهم و صرامهم میں نظم و ترتیب اور حسن تالیف کی جو آن بان ہے وہ زبان و بیان کے دائرہ اختیار سے باہر ہے پوری عبارت میں معانی کی پنہائی اور اور ایجاز و اختصار کی جو رعنائی رچی بسی ہوئی ہے وہ توفیقی ہے جو "فصاحت و بلاغت" سے بالاتر چیز ہے

فقدان عمل

فیض لدھیانوی مرحوم و مغفور

اپنے ہادی کی آبرو کے لئے
معتقد بے خطر ہیں کٹ مرتے
لوگ مذہب پہ جان دیتے ہیں
لیکن اس پر عمل نہیں کرتے

اولیاء اللہ کی عظمت

سید زمرد شاہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات خاص کر انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہر دور میں برگزیدہ لوگوں کو کسی نہ کسی صورت میں معبوث فرمایا۔ یہ برگزیدہ (مخصوص) لوگ یا تو نبی و پیغمبر کی صورت میں لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجے گئے یا پھر ولایت کے درجہ پر فائز کر کے بھیجے گئے۔ دین اسلام کی تعلیم سب سے پہلے انسانوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کے بعد آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ہوئی۔ اس کے بعد یہ کام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے سپرد ہوا۔ جنہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو بطریق احسن انجام دیا۔ صحابہ کے بعد تابعین تبع تابعین اور پھر اولیاء اللہ کا لامحدود سلسلہ شروع ہوگیا۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ مبارک کو جاری و ساری رکھا۔ اور اللہ کے انہیں برگزیدہ بندوں کے ذریعے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے دین مبین کے امین و محافظ ہیں اور اس دنیا میں کسی نہ کسی روپ میں موجود رہتے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور انہی لوگوں کی طفیل یہ دنیا آباد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنے محبوب بندوں یعنی اولیاء کی شان بیان فرمائی ہے۔

(۱)۔۔۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس آیت ۶۲)

ترجمہ۔ خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ خوف ہے (اپنی جانوں کا) اور نہ حزن (غم مریدوں کا)

(۲)۔۔۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدہ آیت۔ ۳۰)

ترجمہ۔۔۔ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور پھر اس پر جمے رہے اللہ تعالیٰ ان پر فرشتے نازل فرماتا ہے وہ فرشتے ان کو بشارت دیتے ہیں کہ تم پر کوئی خوف اور حزن نہیں اور خوشخبری ہے تمہارے لئے۔ جنت کی جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔

(۳)۔۔۔ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حم سجدہ آیت۔ ۳۱)

ترجمہ۔۔۔ اس دنیا اور آخرت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز ہے جو تمہارا نفس خواہش کرے اور تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جو تم طلب کرو۔

(۴)۔۔۔ اَلَّذِینَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (یونس آیت۔۶۳)

ترجمہ۔۔۔ یہ (اولیاء) وہ لوگ ہیں جو ایمان والے ہیں اور متقی ہیں ان کے لئے بشارت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

(۵)۔۔۔ ان اولیاؤہ الا المتقون ولکن اکثرھم لا یعلمون۔ (الانفال آیت۔۳۴)

ترجمہ۔۔۔ نہیں ہیں اولیاء اللہ مگر وہی ہیں جو متقی ہیں اور ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

(۶)۔۔۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (البقرہ آیت۔۲۵۷)

ترجمہ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ولی ہے ان لوگوں کا جو سچے مومن ہیں اور انہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے

مذکورہ آیات مبارکہ سے ہم بخوبی جان سکتے ہیں کہ ولی کون ہے، ولی کیا کر سکتا ہے، ولی کا مقام کیا ہے اور ہم کس کو ولی کہہ سکتے ہیں؟

ولی کے معانی ہیں دوست، مددگار، کارساز اور کسی کام پر مقرر کیا جانے والا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بندوں کی مدد کے لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ صراط مستقیم پر آسانی سے گامزن ہوں اور لوگوں کے بگڑے ہوئے کاموں کو سنوارنا ان کا کام ہے جب کوئی سائل کسی بھی مشکل میں مبتلا ان کے پاس دلی مراد لے کر جاتا ہے تو کبھی بھی نامراد واپس نہیں لوٹتا۔ ان اولیاء کرام ہی کو اللہ تعالیٰ نے اس نظام کائنات کو چلانے پر مامور کیا ہے یہ سارا نظام ان ہی کی مرہون منت ہے اگر یہ لوگ ختم ہو جائیں تو قیامت آجائے۔

توحید، قرآن اور رسالت کو اگر سمجھا تو اولیاء اللہ نے ان کی آنکھوں، دل و دماغ اور رگ و ریشے میں اللہ کا نور بس رہا ہے جب وہ دیکھتے ہیں تو خدا کے نور سے دیکھتے ہیں، جب پکڑتے ہیں تو خدا کی طاقت سے پکڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات میں وہ اتنے مستغرق ہیں اور اتنے منتفرق ہیں کہ انہیں کوئی اور چیز دکھائی ہی نہیں دیتی اور وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اُس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ اُن کا ظاہر بھی خدا، اُن کا باطن بھی خدا، اُن کے آگے بھی اللہ اُن کے پیچھے بھی یاد الٰہی، اُن کے دائیں بھی اللہ اور اُن کے بائیں بھی اللہ کا نور ہوتا ہے۔ جب وہ چلتے ہیں اللہ کے نور میں چلتے ہیں اور جب سوچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے سوچتے ہیں اور یہی ہے مقام ولایت جہاں پر ان کو نہ تو اپنا غم و فکر رہتا ہے اور نہ دوسروں کا خوف اور ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔ ولی کا مقام تو یہ ہے کہ جب دعا کرے تو بیمار تندرست ہو جائیں، دعا کرے تو رزق فراخ ہو جائے، جب دعا کرے تو تین آدمیوں کا کھانا، پانچ ہزار کھالیں اور بعض اوقات تو ہاتھ اٹھانے کی بھی

زحمت نہیں، دعا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اِدھر دل میں خیال آیا اُدھر کام ہوگیا، ادھر نگاہ کی ادھر تقدیر کو بدل دیا۔ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ان کی نگاہیں لوح محفوظ پر لگی ہوتی ہیں جیسا کہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میری آنکھیں لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہیں"۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو دنیا کے حجابات، غم واندوہ اور پریشانیوں اور مصیبتوں سے نکال کر مقام اطمئنان میں لے جا کر کھڑا کر دیتا ہے اور جب وہ مقام نور میں پہنچتا ہے تو خود بھی منور ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی روشن کر دیتا ہے۔

ولایت ایک قرب خاص ہے جو مولا کریم عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے۔ نہ یہ کہ اعمال شاقہ سے آدمی خود حاصل کرے البتہ اعمال حسنہ اس عطیہ الٰہی کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداء میں مل جاتی ہے ولایت بے علم کو نہیں ملتی خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے اس پر علوم منکشف کر دیئے ہوں تمام اولیائے کاملین اولین و آخرین سے اولیائے محمدین یعنی اس امت کے اولیاء افضل ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت دی ہے ان میں جو اصحاب خدمت ہیں۔ ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے سیاہ و سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے نائب ہیں ان کو اختیارات و تصرفات حضور کی نیابت سے ملتے ہیں علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں ان میں کئی ایک کو ماکان و مایکون اور تمام لوح محفوظ پر مطلع کیا جاتا ہے۔ مگر یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اور عطا سے بے وساطت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا کرامات اولیاء اللہ حق ہیں ان کا منکر گمراہ ہے بیماروں کے لئے شفاء اندھے کے لئے بینائی، کوڑھی کی تندرستی غرض تمام خوارق عادات اولیاء سے ممکن ہیں سوا اس معجزے کے جس کی بابت دوسروں کے لئے ممانعت ثابت ہو چکی ہے جیسے قرآن مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا وغیرہ۔

اللہ کے وہ مقرب بندے کتنے بے نظیر ہیں جن کے قلوب و سینے نُور توحید اور معرفت اللہ کے بحر بے پایاں ہیں اور ان میں ہر وقت، ہر گھڑی، ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت کے طوفان برپا رہتے ہیں حیات میں بھی اور ممات میں بھی ان میں کمی نہیں آتی جب بھی کسی حالت میں ان کے ہاں حاضری دی جاتی ہے تو ان کے عشق، سوز و گداز اور ذکر دائمی سے اس قدر کیف و سرور اور گریہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ انسان عجیب راحت و سکون محسوس کرتا ہے اور یقینی طور پر

قلب و روح متاثر ہوتے ہیں۔ جب وہ کلام کرتے ہیں تو دل کے دریا کی عمیق گہرائیوں سے ان گنت لعل و گوہر معرفت اور باطنی علوم مخفیہ کے بے شمار موتی فرط جذبات سے اچھل اچھل کر ساحل زبان پر بکھر آتے ہیں اور حاضرین چُن چُن کر اپنے دامن بھرتے ہیں ایسا مزہ تو وہی لوگ لے سکتے ہیں جو صالحین لوگوں کی مجالس میں بیٹھتے ہیں یا ان کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔

اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری مسلمانوں کے لئے سعادت و باعث برکت ہے۔ ان کو دور و نزدیک سے پکارنا سلف صالحین کا طریقہ ہے۔ اولیاء کرام اپنے مقبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کے علم و ادراک سمع و بصر پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ انہیں ایصال ثواب نہایت موجب برکات و امر مستحب ہے۔ چونکہ مسلمانوں کو بحمدہ تعالیٰ اولیائے کرام سے نیاز مندی اور مشائخ کے ساتھ ایک خاص عقیدت ہوتی ہے ان کے سلسلے میں منسلک ہونے کو اپنے لئے فلاح دارین تصور کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ان حضرات کی خانقاہوں اور مزارات پر حاضری دے کر فیضیاب ہوتے ہیں اور دلی سکون حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلے سے اولیاء اللہ کے دیدار اور صحبت کاملہ سے مشرف فرمائے اور ان حضرات (برگزیدہ) کی خدمت کا موقع دے اور ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

ثم آمین وبجاہ سید المرسلین

سہل انگاری

فیض لدھیانوی مرحوم و مغفور

ریکارڈ چل رہا ہے زبانیں خموش ہیں
حد ہو گئی ہمارے عمل کے جمود کی
اب قوم کھیل کود میں مصروف ہے مگر
کثرت ہے ریڈیو پہ مشینی درود کی

مرشد کامل اور اس کی ضرورت

مولانا سید مبارک شاہ صاحب
فاضل دیوبند خطیب ضلع پشاور

تمام علماء اور حکماء کا ہر ایک زمانہ میں اس امر پر کامل اتفاق چلا آیا ہے کہ انسان کی فلاح و بہبود علم و عمل پر موقوف ہے اقتداء کی صلاحیت صرف وہی شخصیت رکھتی ہے جس کی ذات میں علم و عمل مکمل طور پر جمع ہوں۔ علماء نے علم کی یہ تعریف کی ہے کہ علم وہ ہے جس سے معلوم اس طرح صاف صاف منکشف اور متمیز ہو جاتے کہ شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہ ہو مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ دو سے تین زیادہ ہیں کوئی شخص معجزے دکھاتے اور کہے کہ دو تین سے زیادہ ہیں تو ہم ہرگز ہرگز تسلیم نہ کریں گے اس لئے جو یقین علم سے حاصل ہو وہ ایسا پختہ ہوتا ہے کہ شک و شبہ سے متزلزل نہیں ہوتا اس کو اصطلاح میں علم الیقین کہتے ہیں جیسے ہماری سعی اور کوشش ہے جو علم کے مطابق اور مناسب ہو اور جس کی غرض نتائج علم حاصل کرنا ہے یعنی ہدایت اور رحمت کے حصول کے لئے ہماری جدوجہد اور سعی ہمارا عمل ہے اسی کو مذہب اسلام کی زبان نے ایمان سے تعبیر کیا ہے علم کا اصل تعلق قلب سے ہے اور عمل کے ساتھ اس کے بعد۔

حکماء نے علم و یقین میں یہ فرق بتایا ہے کہ علم مشاہدہ عینی ہے اور یقین سماعی ہوتا ہے مثلاً اگر ہم نے مصر یا امریکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں امریکہ یا مصر کا علم ہے اگر مشاہدہ عینی نہیں تو سماعی شہادت پر یقین کرتے ہیں یعنی کسی ایسے آدمی کی شہادت پر کہ جس نے مصر یا امریکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا یقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ ذرائع علم جو ہمارے پاس موجود ہیں یہی حواس ظاہری اور باطنی ہیں اور ایک دوسرے کے لئے غیر ہیں سماعت (سننا) بصارت (دیکھنا) علی ہذا القیاس بصارت (دیکھنا) سماعت (سننا) کا کام نہیں دے سکتی اس لئے ان حواس کی شہادت اپنے اپنے حلقہ ہی میں معتبر ہو گی ہمارے کانوں میں ایسی آوازیں آتی ہیں جنہیں ہم سروں سے تعبیر کرتے ہیں۔ جہاں تک سمع کا تعلق ہے ہمیں ان سروں کا علم حاصل ہے بصر کو سروں کا علم حاصل ہو ہی نہیں سکتا لیکن جب کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ گا رہا ہے تو ہم سمع اور بصر

کے ذریعے کہتے ہیں کہ گا رہا ہے۔

المختصر ہر ایک حس کا استعمال اپنے اپنے موقع و محل پر حس کے لئے وہ وضع ہوتی ہے ذریعہ علم ہے امریکہ یا مصر کا علم شہادت عینی کا مقتضی ہے اس لئے ذرائع علم کی تعریف یہ ہو سکتی ہے جو شاہد اول ہو یا حس کی شہادت بلاواسطہ ہو مگر یہ تعریف ہی جامع و مانع نہیں ایک شخص امریکہ کی موجودگی کا ایسا ہی یقین کرتا ہے جیسا کہ دوسرا جس نے امریکہ کو خود دیکھا ہے دونوں امریکہ کے متعلق شک و شبہ میں نہیں ہیں۔

اور جب ہم علم ہیئت پر غور کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کی عینی شہادت پر یقین کرتے ہیں جو ہم سے صدہا سال پہلے گزر چکے ہیں اور جن کے مشاہدات کی تصدیق ہم خود بھی نہیں کر سکتے اسی طرح ہم ہر زمانہ میں دوسروں کے مشاہدات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اگر شہادت اول ہی ذریعہ علم ہو تو دنیا میں ہر ایک ترقی کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو ہمیں مجبوراً شہادت ثانوی پر یقین کرنا پڑتا ہے اسی کو مذہب کی زبان میں عقیدہ کہتے ہیں۔

علم اور عقیدہ میں یہ فرق ضرور ہے کہ علم تحقیق سے اور عقیدہ تقلید سے حاصل ہوتا ہے لیکن کسی شے کا علم حقیقی بغیر تقلید کے حاصل ہو ہی نہیں سکتا یعنی حصول علم کے لئے ہمارے لئے لازمی امر ہے کہ ابتداء میں مقلد بنیں۔ اصطلاح میں تقلید کو بت پرستی اور تحقیق کو حق پرستی کہتے ہیں بت پرستی کفر ہے اور حق پرستی اسلام ہے لیکن بقول سلطان الہند امام الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

"کفرے کہ باسلام رساند عین اسلام است"

اصطلاح صوفیاء کرام نے مرشد اور رسول کو بت سے تعبیر کرتے ہیں انہی کی تقلید بت پرستی ہے انہی بتوں میں جلوہ خدائی نظر آتا ہے آخر سالک ان کے نقش قدم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

خلاف پیمبر کسے راہ گزیر — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فی زمانہ بعض اہل الرائے یہ کہتے ہیں

چشمے داری و عالم در نظر است　　　　دیگر چہ معلم و کتابت باید

اگر یہ لوگ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو "چشم ما روشن و دل ماشاد" لیکن جیسا کہ علم ہیئت کی مثال سے واضح ہو چکا ہے اور اپنے روزمرہ کے کاموں میں دیکھتے ہیں کہ اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم دوسروں کے مشاہدات اور تجربات کا فائدہ اٹھائیں تو یہ دعوی پایہ ثبوت کو عملاً نہیں پہنچتا خدا نے ہمیں آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ ہم دیکھیں لیکن معلم و کتابت سے بے نیازی آنکھیں ثابت نہیں کر سکتی اگر خدا نے کسی شخص کو قلب سلیم عطا کیا ہے اور وہ نور بصیرت سے صراط مستقیم پر چل رہا ہے تو اسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے لیکن یہ مثال جو شاذ ہے ضرورت استاد کی نفی نہیں کرتی۔

بعض ظاہر بین حضرات کہتے ہیں کہ رسول ہی ایک مرشد کافی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یعنی قرآن مجید کی موجودگی میں نہ تو کسی مرشد کی اور نہ ہی کسی تلقین کی ضرورت ہے ہم اس دعوی پر بھی صاد کرتے ہیں اگر مدعی اپنے دعوی میں سچا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چل رہا ہے تو وہ رہبر کامل کی تقلید کر رہا ہے اور استاد کی ضرورت کو خود تسلیم کرتا ہے ایک ہم ہیں کہ ہر کام میں مرشد کی ضرورت محسوس کرتے ہیں بلکہ ہماری سمجھ نہیں آتا کہ خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کو کیسا روشن دماغ عطا کیا ہے کہ مرشد اور پیر سے بے نیاز ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس نادر عطیہ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے یہی معلوم ہوا ہے کہ مشاہیر عالم بھی ہماری طرح مدتوں بھٹکتے رہے اور کسی مرد کامل کی تلاش میں سرگرداں اور مارے مارے پھرتے رہے

کلید گنج سعادت قبول اہل دل ہست　　　　مباد کس کو دریں نکتہ شک و ریب کند

شبان وادی ایمن گہے رسد بمراد　　　　کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایک دفعہ ایک ایسے ہی آدمی کی تلاش تھی جو آخر مل گیا یہ بزرگ صحیح روایتوں میں حضرت خضر علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کی ملاقات اور رفاقت کو تذکرہ قرآن پاک میں مفصل مذکور ہے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کی رفاقت اس شرط پر منظور کی تھی اور حضرت موسیٰ اپنے رہبر کے کسی قول و فعل پر معترض نہ ہوں

گے مگر حضرت موسیٰ سے نہ رہا گیا اور بار بار اس عہد کو توڑا آخر رہبر نے حضرت موسیٰ کو خوش اسلوبی سے رخصت کیا۔ حضرت موسیٰ کی غرض بھی پوری ہو چکی تھی کیونکہ ان کو جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ چکے تھے انہی واقعات کے پیش نظر خواجہ حافظ نے کہا ہے کہ۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زرسم و راہ و منزلہا

یہ تو اولوالعزم پیغمبروں کا حال تھا اولیاء اللہ کے تذکروں میں بھی یہی مذکور ہے کہ بلکہ حسب ارشاد

رشتہ در گردنم افگندہ دوست — مے برد ہر جاکہ خاطر خواہ اوست

عرفان الٰہی و طالب حق میں شہر بہ شہر گئے بلکہ سالہا سال جنگلوں کی خاک چھانی حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ جیسے کامل بزرگ صدہا بزرگوں اور رہبروں سے ملے اور ان کی صحبتوں سے مستفیض ہوتے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ بھی ابتداء میں ہماری ہی طرح مرشد کی ضرورت اور اہمیت محسوس کرتے ہیں مولانا روم فرماتے ہیں

گو جدا بینی زحق ایں خواجہ را — گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

خواجہ حافظ صاحب اس سلسلہ میں اپنا تجربہ پیش کرتے ہوتے فرماتے ہیں۔

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم — کہ من بخویش نمودم صد اہتمام نشد

یعنی میں نے بھی صدہا اہتمام کئے بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس راستہ میں رہبر کے بغیر قدم ہی نہ رکھنا چاہئے۔

پابند بر خود کہ مقصد گم کنی — یا منہ یا اندریں راہ بے دلیل

یعنی اگر اس راستہ میں رہبر کے بغیر قدم رکھتا ہے تو پہلے ہی فرض کر لے کہ منزل مقصود پر پہنچے گا اس لئے عقلمندی یہی ہے رہبر کے بغیر قدم رکھنا ہی نہ چاہئے ورنہ یقینی نتیجہ یہی ہے کہ ہرگز ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچو گے۔

غزل

سید افتخار حیدر

آنکھ اس سوچ سے اکثر میری بھر آتی ہے
تم اگر روٹھے تو پھر کس سے شناسائی ہے
یاد آنے کہ نہ آنے کا تجسس کیسا؟
یاد جاتی تو میں کہتا کہ تیری یاد آتی ہے
لوگ دیوانے ہیں، پاگل کہیں، پتھر ماریں
کیسے تسلیم کروں کہ تو بھی تماشائی ہے
عشق کی راہ بھلا کس نے کبھی سوچی تھی
یہ بلا اور کی تھی، مجھ پر چلی آئی ہے
تیرے جلووں سے کھلی فصل بہاراں ہر سو
زخم دل کے میں چھپاؤں تیری رسوائی ہے
صحبت گل کی تمنا میں گزاری تھی خزاں
پر بہار آتے ہی ہر چوٹ ابھر آئی ہے

پیر جو گوٹھ

قدرت اللہ بیگ

ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب انسانی تاریخ کے ایک عظیم ترین واقعہ کی یاد دلاتی ہے جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے لم یزل نے اپنا دیدار کرایا اور اپنی قربت خاص سے نوازا یہ نورانی رات عالم اسلام کے لئے انہائی مسرت و خوشی کا پیغام لاتی ہے عالم اسلام میں اس مقدس رات کی مناسبت سے مختلف تقاریب منعقد ہوتی ہیں ایسی ہی ایک تقریب کا حال یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

عرصہ دراز سے میری یہ خواہش تھی کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک رات پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور سندھ) میں گزاروں کیوں کہ ہمارے عزیز مشفق دوست حضرت مولانا حافظ عبدالرازق مہران سکندری مدظلہ العالی نے کئی مرتبہ اس بات کا ذکر کیا کہ ۲۷ رجب المرجب کی مناسبت سے معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو تقریب پیر جو گوٹھ میں منعقد ہوتی ہے شاید ہی پاکستان کے کسی اور علاقے میں ہوتی ہو کبھی اس میں شرکت کیجئے لیکن کوشش کے باوجود وہاں جانا نصیب نہ ہو سکا آخر اس مرتبہ بلاوا آگیا اور ایسے اسباب بن گئے کہ اس مبارک تقریب میں شرکت ممکن ہو سکی

چنانچہ ۲۶ رجب المرجب کی یخ بستہ ٹھنڈی صبح کو نماز فجر ادا کر کے ساڑھے چھ بجے بذریعہ بس میر پور خاص سے سانگھڑ روانہ ہوا تقریباً پونے آٹھ بجے پولیس لائن سانگھڑ مولانا عبدالرزاق مہران سکندری صاحب کی رہائش گاہ پہنچا سکندری صاحب انتظار رہی کر رہے تھے ہم دونوں ڈاکٹر محمد آچر کیریو صاحب (سکندری صاحب کے دوست) کی ہمراہی میں بذریعہ بس نواب شاہ روانہ ہوئے (کیونکہ سانگھڑ سے ریل سروس کا انتظام نہیں ہے بلکہ نواب شاہ سے خیر پور کے لئے ریل ملتی ہے) سانگھڑ سے سینکڑوں بسیں صرف پیر جو گوٹھ کے لئے علی الصبح ہی سے مسلسل مسافروں کو لے کر جا رہی تھیں لیکن ہم نے ریل کا سفر مناسب سمجھا اور نواب شاہ سے بذریعہ تیز رو خیر پور کی جانب روانہ ہو گئے اس عظیم تقریب میں شرکت کے لئے لوگ پورے سندھ سے بذریعہ ریل بھی کثیر تعداد میں رہے تھے لہذا ریل میں بھی انتہائی رش کی وجہ سے ہمیں سیٹ نہ مل سکی۔ بہر حال جیسے تیسے تقریباً شام تین بجے خیر پور سٹیشن پہنچ گئے اسٹیشن پر ایک پر ہجوم تھا ہم نے اسٹیشن سے متصل مسجد میں جماعت ثانی کرا کر نماز ظہر ادا کی

پھر قریب کے ایک ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا ہر طرف اس تقریب سعید میں شرکت کرنے والوں کا ہجوم تھا جو بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا کھانے کے بعد پیر جوگوٹھ جانے والی بس میں سوار ہو گئے بس میں بھی بہت بھیڑ تھی تمام بسیں پیر جوگوٹھ کی جانب رواں دواں تھیں بچہ ہو یا بڑا عورت ہو یا مرد ہر ایک کے منہ سے یہی نعرہ بلند تھا بھیج پگارا

بھیج پگارا یعنی اے پگارا ہم پر رحمت و برکت کی بارش بن کر برس آدمیوں کا ایک سیلاب تھا جو پیر جوگوٹھ کی جانب بڑھا چلا جا رہا تھا تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم پیر جوگوٹھ کی حدود میں داخل ہو گئے خیر پور سے پیر جوگوٹھ جانے والا رستہ پہلے کچا تھا اب اسے پکے روڈ میں تبدیل کر دیا گیا ہے پیر جوگوٹھ کے مضافات میں داخل ہوں تو یہی سڑک دورویا ہو جاتی ہے سڑک کے درمیان سرسبز و خوشنما درختوں کی ایک لمبی قطار ہے یہاں داخل ہوتے ہی سخت سردی کا احساس ہوا گوٹھ میں داخلے پر ایک بڑا دروازہ ہے بالکل باب خیبر جیسا اس کی پیشانی پر جلی حروف میں "باب سید محمد راشد روضے دھنی" لکھا ہوا ہے بس سے اترے تو سامنے پیر جوگوٹھ کے عظیم الشان قلعے پر نظر پڑی چاروں طرف بلند و بالا دیواریں ایستادہ ہیں قلعے کے قریب ہی ایک قدیمی قبرستان ہے قبرستان کے قریب ہی ایک قدیمی تلکے پر تازہ پانی سے وضو کیا اور قبرستان میں داخل ہوتے یہاں عام مسلمانوں کے علاوہ عظیم علماء و فضلاء کے مقابر ہیں ان میں خطیب پاکستان حضرت مولانا کریم بخش نعیمی علیہ الرحمہ حضرت مولانا محمد صالح علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۶ھ) اور حضرت مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ (۱۹۰۷ء-۱۹۸۸ء) قابل ذکر ہیں ہم نے فرداً فرداً ان خدا دوست بزرگوں کے مقابر پر فاتحہ پڑھی حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ کا مزار ایک خوبصورت عمارت میں ہے یہیں ان کے اہل خانہ بھی آسودہ خاک ہیں حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور پیر جوگوٹھ میں موجود عظیم دینی درسگاہ جامعہ راشدیہ کے شیخ الحدیث اور پیر صاحب پگارا کے اتالیق تھے تمام عمر اس جامعہ میں درس و تدریس میں مشغول رہے ان کی وصیت کے مطابق انہیں یہیں دفن کیا گیا مقابر پر فاتحہ کے بعد ہم نے درگاہ حضرات خاندان راشدیہ کا رخ کیا درگاہ کے احاطے میں داخلے سے قبل عظیم دارالعلوم جامعہ راشدیہ کی عمارت ہے جس کے بالمقابل ایک وسیع و عریض لائبریری زیر تعمیر ہے جو

قدیم وجدید طرز تعمیر کا حسین امتزاج ہے اس کا تقریباً ۵۰ فیصد حصہ تعمیراتی مراحل طے کر چکا ہے ان عمارتوں کے بعد درگاہ کا عظیم شاہی دروازہ نظر آیا جس کے بائیں طرف دور تک راہ داری کی صورت میں دیوار کے ساتھ ساتھ دوکانوں کی قطار ہے جبکہ دائیں طرف شرعی عدالت کی عمارت ہے جہاں اس درگاہ سے وابستہ مریدین اپنے باہمی جھگڑوں اور مسائل کے فیصلے کرتے ہیں جس میں قاضی القضات جامعہ راشدیہ کے فارغ التحصیل مفتی ہوتے ہیں درگاہ کے شاہی دروزے سے اندر داخل ہوں تو دائیں جانب درگاہ کی وسیع وعریض مسجد ہے جبکہ بائیں جانب. بہت بڑا میدان ہے مسجد قدیم طرز تعمیر کا حسین شاہکار ہے دیواروں پر سندھی کاشی کاری کا کام. بہت خوبصورتی اور مہارت سے کیا گیا ہے مسجد کا صحن سنگ مرمر کے ٹائلوں سے معمور ہے جبکہ محراب والا اندرونی حصہ خوبورتی کا مرقع ہے اندرونی حال کی منقش چھت چالیس بلند وبالا ستونوں پر قائم ہے یہ ستون لکڑی کے بنے ہوتے ہیں اور. بہت خوبصورتی سے ترشے گئے ہیں فرش مضبوط راجستانی پتھروں کا بنا ہوا ہے لیکن بالکل ہموار اور خوبصورت اندرونی دیواریں بھی قدیمی ہیں جن پر خوبصورت خطاطی میں قرآنی آیات احادیث بنویہ اور دیگر اصلاحی شعار تحریز ہیں یہ تحریریں اب جگہ جگہ سے اکھڑتی جارہی ہیں لیکن خوشی کی بات ہے کہ ان کی مرمت کا کام بھی اکثر وبیشتر ہوتا رہتا ہے مسجد کے اس ہال کے کمرے اندر ہی دائیں طرف دیوار کے پیچھے خاندان راشدیہ کے بزرگوں کے مزارات ہیں جہاں زائرین فاتحہ پڑھتے ہیں. یہاں ایک بڑا شیشے کا دروازہ مسجد کو مزارات سے جدا کرتا ہے جہاں دو آدمی ہر وقت موجود ہوتے ہیں اندر مزارات کے قریب کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی لوگ مسجد ہی میں کھڑے کھڑے فاتحہ خوانی کرتے ہیں ہاں اگر مسجد کے دروازے سے باہر نکل کر مزارات کی جانب جائیں تو دوسری طرف بھی مزارات کا ایک مرکزی دروازہ ہے جو کبھی کبھی کھولا جاتا ہے ورنہ عموم لوگ مسجد ہی میں فاتحہ خوانی کرتے ہیں مزارات کی مشترکہ عمارت جو کہ مسجد سے متصل ہے نہایت پر سکون ہے جس پر یک نہایت وسیع وعریض گنبد ہے مزار کی عمارت کے چہار جانب آیات قرآنی وعبارات متبرکہ نہایت خوشخطی سے تحریر اس مزار کی عمارت حضرت. بہاؤ الدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک سے کافی مماثلت رکھتی ہے درگاہ کے احاطے میں خاندان راشدیہ کے جن بزرگوں کے مزارات ہیں ان کے نام یہ ہیں حضرت سید محمد راشد شاہ المعروف روضہ دھنی

(۱۱۷۰-۱۲۳۴) حضرت سید محمد صبغت اللہ شاہ اول المعروف تجر دھنی (۱۱۸۳-۱۲۴۶) حضرت سید علی گوہر شاہ اول المعروف بنگلہ دھنی (۱۲۳۱-۱۲۶۳ھ) حضرت سید حزب اللہ شاہ مسکین المعروف تخت دھنی (۱۲۷۹-۱۳۴۰) حضرت سید علی گوہر شاہ ثانی المعروف محفہ دھنی (۱۲۵۷-۱۳۱۴ھ) حضرت سید شاہ مردان شاہ اول المعروف کوٹ دھنی (۱۲۷۹-۱۳۴۰ھ) جبکہ چند صاحبزادگان کے مزارات بھی ہیں نماز عصر ہم نے اسی مسجد میں ادا کی نمازیوں کی تعداد دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آیا نماز میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہم نماز عید ادا کر رہے ہیں واقعی یہ دن (شب معراج) مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے مسجد کے صحن کے دائیں طرف بھی ایک وسیع ہال ہے جسے مسجد کی دیوار جدا کرتی ہے یہ حصہ عورتوں کے لئے مخصوص ہے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ ایک طویل وضو خانہ ہے جو آگے خواتین کے حصے کی طرف جا نکلتا ہے نماز کے وقت عورتوں کے حصے میں عورتیں بھی باجماعت نماز ادا کرتی ہیں نماز کی امامت جامعہ راشدیہ کے شیخ الحدیث کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے سندھی مترجم حضرت علامہ مفتی محمد رحیم سکندری نے فرمائی نماز کے فوراً بعد ذکر کی محفل شروع ہوئی ذکر "لا الہ الا اللہ" پر مشتمل تھا پہلا ذکر "لا الہ الا اللہ" دوسرا "الا اللہ" پھر آخر میں "ہو" کا ذکر ہوا یہ ذکر حضرت سید محمد راشد شاہ المعروف روضہ دھنی علیہ الرحمۃ نے اپنے مریدوں کو تعلیم فرمایا تھا اس ذکر کے بارے میں ایک شعر جو کہ مسجد کی دیوار پر خطاطی میں تحریر ہے وہ اس طرح ہے

ہست وردزباں حزب اللہ　　　　کلمہ　　لا الہ الا اللہ

نماز عصر کے بعد مزارات مقدسہ پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی اس کے بعد جامعہ راشدیہ میں آ گئے یہ جامع خاندان راشدیہ کے مورث اعلیٰ پیر سید محمد راشد المعروف روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے آپ سید محمد بقاء شہید (۱۱۹۸-۱۳۳۵) کے فرزند ہیں۔ سید محمد بقا شہید قادری سلسلہ میں پیر سید عبدالقادر حسنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۰-۱۱۹۰ھ) ساکن پیر کوٹ سدھانہ ضلع جھنگ (پنجاب) سے بیعت تھے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مخدوم محمد اسماعیل آف پریالو شریف ۱۱۷۴ھ سے بیعت تھے سندھ کے ممتاز مورخ مرزا قلیچ بیگ ۱۲۷۱-۱۳۴۸ھ نے پیر سید محمد راشد علیہ لرحمہ کی ولادت کے سلسلے میں شاہ عبدالطیف بھٹائی علیہ الرحمۃ (۱۱۰۲-۱۱۶۵ھ) کی ایک پیش گوئی نقل کی ہے لکھتے

ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کا گزر چند فقراء کے ہمراہ رسول پور گاؤں سے ہو سید محمد بقاء شہید نے شاہ بھٹائی سے بطور خوش طبعی فرمایا کہ فقیروں کو اپنے پیچھے لگائے پھرتے ہو اس پر شاہ بھٹائی نے جواب دیا کہ اے محمد بقاء ہمارے پیچھے تو چند فقراء ہیں لیکن آپ کی پشت سے ایک قطب دوراں پیدا ہونے والا ہے جن کے پیچھے لاکھوں فقراء ہوں گے جو راہ ہدایت پائیں گے یہ پیشگوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی آپ کا سلسلہ نسبت 27 ویں پشت میں امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ 186 1228 سے ملتا ہے آپ کے جد اعلیٰ سید علی مکی کو سید حسام الدین شہ رشدی کی تحقیق کے مطابق محمد بن قاسم کی معزولی کے بعد سندھ میں جو بدامنی پیدا ہوئی اس کی اصلاح کے لئے سامرہ کے سپاہیوں کے دستے کے ساتھ

سندھ کی طرف بھیجا گیا جبکہ کتاب قدیم سندھ (سندھی) صفحہ اٹھارہ میں مرزا قلیچ بیگ نے لکھا ہے کہ آپ سن ۱۱۱ھ میں محمد بن قاسم کے ہمرہ سندھ آئے ہماری رہائش گاہ جامعہ ہی میں تھی جامعہ کی عمارت وسیع و عریض خطے پر محیط ہے دروازے سے داخل ہوں تو دائیں ہاتھ کی طرف یک قطار میں دور تک کمرے بنے ہوتے ہیں جہاں درس و تدریس صبح سے شام تک ہوتی ہے بائیں ہاتھ پر بیت الخلا غسل خانے اور وضو خانوں کی قطار ہے سامنے دارالافتا دو دارالحدیث ہے جبکہ اس کے اوپر وسیع و عریض لائبریری ہے لائبریری کے دائیں طرف طلبہ کی اقامت گاہ اور مطبخ (kitchan ہے نماز مغرب مسجد میں ادا کی پھر دوبارہ جامعہ میں آگئے یہاں بعد طعام طلبہ و اساتذہ کرام سے ملاقات کی اطلاع ملی کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت تقریب جو کہ عشاء کے بعد ہوتی ہے س میں شرکت کے لئے علماء کرام کی آمد شروع ہو چکی ہے اور یہ علمائے کرام س وقت دارالافتاء میں تشریف فرماہیں فور ملاقات و زیارت کی غرض سے وہاں پہنچے محترم رفیق حافظ عبدالرزاق سکندری صاحب جو اسی جامعہ کے فارغ ہیں قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرر ہے تھے دارالافتاء میں اس وقت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب مفتی محمد حسین قادری صاحب علامہ ارشد سعید کاظمی صاحب مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب مولانا نالے مٹھو صاحب علامہ غلام محمد سیالوی صاحب مفتی محمد قاسم گھوٹی یاسین والے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے صدر وجاہت رسول قادری صاحب رکن السلام حیدر آباد کے مہتمم صاحبزادہ محمد زبیر صاحب

علامہ فیض احمد اویسی صاحب اور مولانا محمد ظفر چشتی صاحب کے علاوہ مقامی علمائے کرام موجود تھے نماز عشاء کے بعد مسجد کے صحن میں باقاعدہ تقریب کا آغاز ہو تلاوت کے بعد مولود خوانی کا سلسلہ شروع ہوا اس میں مقامی مولود خواں پارٹیاں یکے بعد دیگرے اپنے مخصوص انداز میں میلاد پڑھ رہی تھیں سامعین کا ہجوم بڑھتا ہی چلا جارہا تھا تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی اتنا عظیم اجتماع پابندی کے ساتھ ہر سال شاید ہی کہیں اور ہوتا ہو مرکزی دروازے سے لوگوں کا ایک سیلاب سا اُمڈا چلا آتا تھا جس میں مسلسل تیزی آتی جارہی تھی مرکزی دروازے سے داخل ہونے سے پہلے ہی لوگ اپنے جوتے وغیرہ اتر لیتے ہیں عورتیں اپنے مخصوص احاطے میں چلی جاتی ہیں جبکہ مرد اپنے حصے میں آجاتے ہیں لوگ اپنے جوتے انتہائی بے فکری سے ایک طرف چھوڑ دیتے ہیں مجال ہے کوئی شخص چوری کرلے کسی کی کوئی چیز اگر کہیں پڑی رہ جاتے تو کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تقسیم لنگر کے لئے ایک پوری جماعت مقرر ہے جو لوگوں کو خود لا لا کر لنگر دیتی ہے کسی شخص کو لنگر خانے تک جانے کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی دو آدمی لکڑی کے ایک لمبے ڈنڈے میں جھولے کی طرح کپڑا باندھ لیتے ہیں اور اسے لنگر (چاول) سے بھر کر لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور راستے بھر "بھیج پگارا" کا نعرہ لگاتے جاتے ہیں جلسہ گاہ میں مولود خوانی کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا جس میں سندھ کے مختلف علاقوں سے آتے ہوئے علماء کرام نے سندھی زبان میں خطاب کیا اس طرح یہ نورانی تقریب اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ نماز فجر تک جاری رہی نماز فجر کے بعد شیخ الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رحیم سکندری صاحب نے درس حدیث دیا اسی دوران باہر سے آتے ہوتے علمائے کرام اور جامعہ کے فارغ التحصیل علماء و حفاظ بھی یکے بعد دیگرے نیا سفید لباس زیب تن کئے آنا شروع ہو گئے علمائے کرام کے لئے باقاعدہ رسی کے ذریعے احاطہ بنایا گیا تھا اور فرش پر قالین غالیچے اور بستر بچھائے گئے تھے اس طرح یہ تقریب نماز فجر کے بعد جامعہ راشدیہ کے جلسہ دستار فضیلت میں تبدیل ہو گئی ہر سال ماہ رجب المرجب کے اس مبارک دن جامعہ راشدیہ کا جلسہ دستار فضیلت منعقد ہوتا ہے جس میں جامعہ راشدیہ اور اس کی پورے سندھ میں پھیلی ہوئی ستر سے زائد شاخوں سے فارغ التحصیل علماء کی تعداد سات تھی جبکہ حفاظ کی تعداد اڑتیس اس طرح اپنے قیام کے بعد اب تک اس جامعہ سے تقریباً نو سو سے زائد علماء کرام فارغ ہو کر دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

چراغ سے سندھ ہی نہیں بلکہ پورے برصغیر کو منور کر رہے ہیں یہ پاکستان کا واحد دارالعلوم ہے جس کی
شاخیں سندھ بھر میں جگہ جگہ بڑی کامیابی اور تسلسل سے علم دین کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں
درس حدیث کے بعد دستار بندی شروع ہوئی مفتی محمد رحیم سکندری صاحب نے بذات خود مائیک سنبھالا
اسی دوران معلوم ہوا کہ مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں مفتی
صاحب نے تشکرانہ الفاظ میں ڈاکٹر صاحب کا استقبال کیا اس کے بعد دستار بندی کے لئے سب سے پہلے
قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کو دعوت دی گئی پھر یکے بعد دیگر علمائے کرام طلباء کو دستار
پہناتے رہے دستار بندی کے بعد علمائے کرام کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا صاحبزادہ مفتی محمد زبیر صاحب
علامہ ارشد سعید کاظمی صاحب علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب اور
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جبکہ آخر میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد
نورانی صاحب نے خصوصی خطاب فرمایا اس مبارک تقریب کے بعد تقریباً صبح ساڑھے دس بجے حسب
روایت زیارت کا مرحلہ پیش آیا قدیم روایت کے مطابق اس موقع پر سجادہ نشین درگاہ عالیہ راشدیہ کے
موجودہ پیر پگارا اپنے بنگلے کی کھڑکی سے دیدار عام کراتے ہیں یہ تقریب انتہائی دلچسپ عقیدت افروز اور
عشق و محبت سے معمور ہوتی ہے مسجد سے ملحقہ ایک بڑا لکھی دروازہ (دیوقامت) باقاعدہ زیارت کے
وقت کھولا جاتا ہے جب ہم اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک مزید وسیع و عریض میدان نظر آیا
جس پر پختہ فرش کیا گیا ہے میدان کے دوسری طرف درمیان میں پیر صاحب پگارا کا بنگلہ ہے میدان دو
حصوں میں تقسیم ہے ایک جانب عورتیں جبکہ دوسری جانب مرد کھڑے ہوتے ہیں لکھی دروازے سے
لوگ مسلسل میدان میں داخل ہو رہے تھے میدان میں ہر طرف لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا
لیکن بطور خاص یہ بات دیکھی گئی کہ تمام لوگ سروں پر کچھ نہ کچھ پہنے ہوتے ہیں زیادہ تر لوگوں نے
سروں پر پگڑی باندھ رکھی تھی انتظار کی گھڑیاں آہستہ آہستہ گزر رہی تھیں آخر کار وہ گھڑی بھی آ گئی
پیر صاحب پگارا ایک کھڑکی سے نکلے اور راہ داری میں داخل ہوتے پہلے سے موجود مائیک کی طرف بڑھے
کچھ دیر توقف کیا ہر طرف خاموشی چھا گئی اگر سوئی بھی گرے تو آواز سنائی دے اس ہجوم میں علمائے
کرام بھی ہیں اور دانشور بھی اور امیر بھی ہیں تو زمیندار بھی استاد بھی ہیں اور شاگرد بھی غریب ہیں اور

امیر بھی غرض یہ کہ ہر طبقہ فکر کے لوگ یہاں یکساں نظر آرہے ہیں لوگوں کا ایک جم غفیر ہے جو ساکت وجامد کھڑا ہے اس ہجوم میں تقریباً پچانوے فیصد پیر صاحب پگارا کے مرید ہیں جو جماعتی کہلاتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو سر فروشی کا عہد کر چکے ہیں حر مجاہد کے لقب سے مشہور ہیں یہ لوگ ہر مشکل وقت میں اپنی روایت کے مطابق اسلام اور وطن کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں جس کی مثال (۱۹۶۵ - ۱۹۷۱) کی پاک بھارت جنگوں میں دیکھی گئی ہیں اب بھی تقریباً ساٹھ ہزار تربیت یافتہ مجاہد ہر وقت مقابلہ کے لئے تیار رہتے ہیں پیر صاحب پگارا نے اجتماع سے

خطاب شروع کیا انتہائی وجیہہ اور بارعب لہجہ چہرے پر سنجیدگی سر پر ترکی ٹوپی سے مماثلت رکھتا ہوا منقش سنہری تاج جسم پر سنہری کام سے مزین سرمائی رنگ کی عبا یہ ان کا قدیم روایتی لباس ہے جو زیارت کراتے وقت پہنا جاتا ہے پیر صاحب نے اپنے نصیحت بھرے خطاب میں فرمایا کہ ہمارا کام آپ کو دینی اخلاقی و سیاسی راستہ دکھانا ہے اس پر چلنا آپ کا کام ہے آپ کی ترقی و کامیابی اس میں ہے کہ ایک سوچ اور ایک فکر کو اپنائیں اور ہمیشہ پر امن رہیں اپنی اولاد کو چاہے لڑکی ہو یا لڑکا. بہتر سے بہتر تعلیم دلوائیں یاد الٰہی میں خشوع و خضوع پیدا کریں علمائے کرام آپ کو جو راستہ بتاتے ہیں اس پر عمل کریں اپنے پڑوسیوں اور گھر والوں کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرتے رہیں خدا آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے خطاب کے بعد دعا فرمائی پھر پیر صاحب واپس کھڑکی کے راستے اندر چلے گئے لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے ہر شخص کے چہرے پر خوشی و مسرت کے آثار نمایاں تھے پھر تھوڑی دیر بعد پیر صاحب بالا خانے سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں میں مل جل کر درخواستیں وصول کیں کسی پر دم کیا کسی کو دلاسا دیا آخر کار دعا فرما کر واپس چلے گئے ہم بھی لوگوں کے ساتھ واپس ہوئے لنگر کا کھانا کھا کر لوگ قافلوں کی شکل میں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہونے لگے

ہم جامعہ میں ناشتہ کرنے کے بعد دارالافتاء گئے جہاں علمائے کرام سے شرف نیاز حاصل کیا مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے بطور خاص ملاقات کی ڈاکٹر صاحب ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مفتی محمد رحیم سکندری صاحب کو میری جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی محبت انہیں میرپور خاص سے یہاں کھینچ لاتی ہے دوسرے پہر اطلاع ملی کہ پیر صاحب پگارا نے تمام علمائے کرام اور فارغ

التحصیل طلبہ کو بنگلے پر اپنے کمرہ خاص میں بلایا اور فارغ التحصیل طلبہ کو اپنے دستخوں سے سند تکمیل مرحمت فرمائی فرداً فرداً تمام کی خیریت دریافت کی چھوٹے طلبہ پر نہایت شفقت فرمائی اور طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ ہر پڑھے لکھے انسان کا اپنا ایک عزت و مرتبہ ہوتا ہے جو شخص اپنے اڑوس پڑوس میں اپنی عزت ہوتی محسوس نہ کرے تو اپنے آپ میں جھانکے کہ جو عزت اسے ملنی تھی کیوں نہ ملی ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ نے کیا کیا اور کیا نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے امید ہے کہ اب آپ اپنی نیک نامی اور جن د جامعہ راشدیہ کی) شاخوں میں جائیں گے ان کی نیک نامی پر توجہ دیں گے کسی کو بھی نصیحت ہمیشہ مسکرا کر اور اچھے لفظوں میں کریں میں امید کرتا ہوں کہ آپ (اللہ کے ولیوں کی) بارگاہ سے اپنے گھروں اور رشتہ داروں میں صحیح علم لیکر جائیں گے اللہ آپ کو عزت و عظمت عطا فرمائے دوپہر کو جامعہ کے شیخ الحدیث مفتی محمد رحیم سکندری صاحب سے تفصیلی ملاقات ہوئی اور جامعہ اور اسکی شاخوں کی کارکردگی کے علاوہ دیگر علمی و مذہبی موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا پھر جامعہ کے قابل و لائق استاد جناب محمد اسماعیل میمن سکندری کی کوششوں سے جامعہ کی لائبریری کا دورہ کیا اس وقت جامعہ کی لائبریری میں مختلف موضوعات پر مشتمل ہزاروں کتابوں کے علاوہ قلمی کتب کا ایک عظیم ذخیرہ ہے جس میں عقائد ادب تاریخ معاشرت تقابل ادیان کے علاوہ دیگر موضوعات پر مشتمل کتب موجود ہیں بیش بہا کتب کا یہ عظیم ذخیرہ موجود پیر صاحب سید شاہ مردان شاہ پگارا المعروف تاج دھنی کی جدوجہد کا مرہون منت ہے ان کی ذاتی دلچسپی سے قیمتی کتب اس کتب خانے کی زینت بنتی رہتی ہیں ابھی پچھلے سال ہی شاہ افغانستان امان اللہ خان کے دستخطوں والا قرآن پاک کا ایک قیمتی نسخہ ایک کتب فروش سے دو لاکھ دس ہزار روپے میں ہدیہ کر کے لائبریری میں رکھوا دیا ہے جبکہ ایک اور نسخہ جو تیس سے چالیس فٹ لمبائی اور تقریباً ساڑھے تین انچ چوڑائی کی رول پٹی میں ہے جس کی زمین اور لکھائی سونے کے پانی سے مزین ہے اسے بھی پیر صاحب پگارا نے گرانقدر زرخرچ کر کے جامعہ کی لائبریری کی زینت بنایا ہے علاوہ ازیں قرآن کریم کا ایک نسخہ مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی مہر والا بھی لائبریری میں محفوظ ہیں جبکہ پیر صاحب کی اپنی ذاتی لائبریری بھی ہزار ہا نادر کتب سے بھری ہوئی ہے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اسے بھی پیر صاحب نئی زیر تعمیر لائبریری کی عمارت میں منتقل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں مزید براں جامعہ کے شیخ الحدیث

مفتی محمد رحیم سکندری کو ہدایت کی گئی ہے کہ انہیں جو بھی قیمتی سے قیمتی کتاب لائبریری کے لئے درکار ہو فوراً خرید لیں اس کے اخراجات پیر صاحب خود برداشت کریں گے جامعہ راشدیہ اس وقت اہلسنت کا ایک عظیم ادارہ ہے پیر صاحب پگارا کی ہدایت کے مطابق اس کی مزید شاخوں کے قیام کی کوششیں جاری ہیں یہ جامعہ خاندان راشدیہ کے بزرگوں اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے مسلک کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں جو خدمات انجام دے رہا ہے وہ لائق ستائش ہے اپنے مقاصد کے حصول اور دین اسلام کی ترویج واشاعت میں جامعہ کا ترجمان سندھی رسالہ ماہنامہ الراشد بطور خاص خدمات انجام دے رہا ہے جس کی تعداد اشاعت روز بروز بڑھتی جارہی ہے ایک بات خاص طور پر خوش آئند نظر آئی کہ دیگر درگاہوں پر جو بدعات وخرافات دیکھنے میں آتی ہیں وہ یہاں بالکل عنقا ہیں اس کے برخلاف ایک خاص مذہبی ماحول یہاں میسر آتا ہے جس میں علمائے کرام کو خاص اہمیت دی جاتی ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بارگاہ کو دشمنوں کے شر سے بچائے رکھے اور اس کے جہد مسلسل کو مزید ترقی وکامرانی عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ماخذ

۱) ماہنامہ الراشد خیرپور شمارہ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

۲) ہفت روزہ افق کراچی شمارہ ۲ جون ۱۹۸۰ء

۳) مشاہیر سندھ (سندھی) دین محمد وفائی جلد سوم طبع حیدرآباد

۴) مشاہیر سندھ (سندھی) محمد وفائی جلد اول

۵) مخزن فیضان مولانا رمضان علی طبع خیرپور

۶) شواہد النبوت مولانا عبدالرحمان جامی طبع لاہور

۷) پیکر حریت خان خداداد خان برکی طبع لاہور

۸) قدیم سندھ (سندھی) مرزا قلیچ بیگ طبع جامشورو سندھ

۹) کالسیون گوٹ ونٹن جون (سندھی) سید حسام الدین شاہ راشدی طبع کراچی

حضرت مولینا مفتی عظیم اللہ صاحب

(سنہ ۱۸۴۵ء — سنہ ۱۹۳۰ء)

اس فقیر نے مفتی عظیم اللہ صاحب کے حالات اپنی کتاب "تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد جلد دوم ص۹۱-۹۲" پر تحریر کیے تھے۔ اب اس خاندان کی ایک علمی شخصیت مفتی عبداللطیف صاحب نے اس مضمون پر تذئیل لکھی جو کہ قارئین کے استفادہ کے لئے شائع کی جارہی ہے۔ (مدیر اعلیٰ)

محترم جناب بزرگ عالم دین محمد امیر شاہ گیلانی قادری صاحب دام اقبالکم اور جناب انور شاہ صاحب خُدا آپ کو دین و دُنیا کی خوشی نصیب فرمادیں کہ آپ نے ہمارے بزرگوں کی سوانح عمری اور یادداشت اپنے پاس محفوظ رکھے ہیں۔ جو کہ ہمارے لئے اور ان کے عقیدت مندوں کے لئے نہایت خوشی کی بات ہے۔ جناب ہمارے بزرگوں کے سوانح عمری میں معمولی سی کمی زیادتی تھی۔ یہی وجہ میں نے اپنے بڑوں سے اس کی تصحیح کر کے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ تحریر کیئے۔ لہٰذا آپ صاحبان میرے کمزوری کی درستگی کریں اور کمزور جملوں کو پُر عزت اور مؤدب الفاظ سے مکمل فرما کر مشکور فرمادیں۔ جس عرصے میں آپ صاحبان نے ہمارے بزرگوں کی سوانح عمری لکھی ہے میں نے بھی اسطرح لکھنے کی کوشش کی ہے۔ کوتاہ فکر و خیال میں آپ ملاحظہ فرمادیں۔

مورخہ ۱۲/۳/۹۷

فقط آپ کا تاقیامت مشکور اور فرمانبردار مفتی عبداللطیف اُرمڑ میانہ

تذییل

حضرت مولوی مفتی عظیم اللہ صاحب. ارمڑ میانہ
تاریخ پیدائش سنہ ۱۸۴۵ء

از ________________ مفتی عبداللطیف

آپ کا اسم گرامی مولوی مفتی عظیم اللہ صاحب، والد کا نام مولوی حبیب اللہ صاحب دادا کا نام حافظ کریم اللہ صاحب اور پردادا کا نام حافظ معز اللہ صاحب آپ قریشی الاصل تھے۔ آپ کا خاندان مفتیوں کے نام سے مشہور رہے۔ حافظ معز اللہ صاحب علیہ الرحمۃ میاں عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ چمکنی میاں صاحبؒ کے ہم عصر تھے۔ اور آپس میں قریبی تعلقات تھے۔ میاں عمر صاحب اکثر حافظ معز اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد میں موجود ہوتے۔ اور اللہ کے کلام پاک کی تلاوت اور عبادت میں مصروف ہوتے۔ اب بھی اس مسجد کا نام میاں جمات پہ مشہور رہے۔ حافظ معز اللہ صاحب کا درس حفظ القرآن تھا۔ حافظ کریم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حافظ معز اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنے والد صاحب کے درس حفظ القرآن کو جاری رکھا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد تھے جو کہ سابق سرحد سوات کاشتکار بنیر اور ماوراء النہر تک پھیلے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند جناب حافظ حبیب اللہ صاحب کو مختلف علماء کی خدمت میں بھیج کر دینی علوم سے بھی سرفراز فرمایا۔ اب حفظ القرآن کے علاوہ ساتھ ساتھ علوم متداولہ کا درس بھی جاری ہوگیا۔ آپ نے علوم دین اسلام کی خوب تدریس کی اور حفظ القرآن میں اتنا کمال اور استطاعت اللہ نے عطا فرمایا کہ اس کے گھر کے نزدیک ایک بیری کے درخت پر لٹک کر قرآن پاک الحمد سے شروع کر دیتا اور اس بیری کے تمام شاخوں پر لٹکتے لٹکتے والناس تک قرآن پاک ختم کرتا اور درخت سے نیچے اترتا۔ یہ بیری کا درخت ابھی موجود ہے۔ اللہ پاک قرآن کی رو سے اتنا استطاعت فرمایا تھا۔

حافظ مولوی حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے ایک مولوی مفتی عظیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرا حافظ فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کامل حکیم بھی تھے اور

طب میں شہرت رکھتے تھے۔ حکیم عبداللہ صاحب اور حکیم عبدالجلیل صاحب کے ہمعصر تھے۔
مفتی فقیر محمد صاحب بن حکیم حافظ فضل احمد صاحب اس وقت بقیدِ حیات ہیں۔ ان کی عمر ستر سال کے قریب ہوگی۔ عالم قرآن باعمل اور صاحب اخلاقِ حمیدہ ہیں۔ حکومت کے معتبر افراد میں بہت معزز ہیں۔ اور علاقے کے لوگ آپ کو بہت عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مفتی فقیر محمد جرگہ سسٹم میں سائیسر تھے۔ ایک اعلیٰ پائے منصف تھے۔ مفتی فقیر محمد صاحب کو والد صاحب کی وفات کے بعد مفتی عظیم اللہ صاحب رحمۃُ اللہ علیہ نے اپنے زیر سایہ لایا اور اپنے بھتیجے کو اپنے کنٹرول میں رکھا اور جس جگہ شریعت اور فیصلوں کے لیئے جاتے یہ بھی ان کے ساتھ ہوتے۔ سوات کا شکار چترال سابق سرحد میں بڑے بڑے فیصلے، شریعت کے مطابق کرتے دُور دراز علاقوں کے سفر اُس گھوڑے کے ذریعے کرتے جو تانی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ ماکی شریف نے بطور تحفہ دیا تھا۔ اور تربیت کی وجہ سے بعد میں نہایت بااثر ہُوئے۔

جناب حضرت علامہ مفتی عظیم اللہ صاحب رحمۃُ اللہ علیہ نے اپنے والد جناب حافظ و عالم حبیبُ اللہ صاحب سے علم معقول و منقول کی کتابیں پڑھیں۔ صوبہ سرحد کے ممتاز عالم دین جناب سرہند مولانا صاحب حضرت لالہ مولانا صاحب جو کہ تمام سرحد میں صُوفی مولانا کے نام سے مشہور رہیں۔ علم اُصول کے عالم اجل اُصولی مولانا صاحب المعروف ہزارخوانی مولانا صاحب اور جناب استاذ الاساتذہ شیخ المحدثین مولانا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف قصہ خوانی میاں صاحب پشاور جیسے آپ کے نامور اساتذہ تھے۔ پچیس برس کی عمر میں ان یگانۂ روزگار علماء سے مکمل علوم و رسید سے فراغت حاصل کر کے مسندِ علم پر جلوہ افروز ہُوئے۔ اور تدریس شروع کر دی۔ پچاس برس تک علوم متداولہ کا درس دیا۔ پشاور شہر میں جامع مسجد پل پختہ (مسجد قاضی صاحب بدھنی) میں امام و خطیب رکھے گئے۔ تمام دن ہر فن کی کتاب کا درس فرماتے۔ ہمہ وقت بیس پچیس طلباء آپ کے پاس رہتے۔ سینکڑوں طلباء آپکے فیض علم سے سیراب ہو کر عالم اور مدرس ہُوئے۔ پشاور شہر کے مشہور عالم دین اور واعظِ خوش الحان جناب آغا سیّد بزرگ شاہ صاحب جو کہ مجاہد باعمل، جنگِ آزادیٔ وطن کے نامور سپوت تھے اور تین تین چار چار گھنٹے مسحور کُن وعظ فرماتے۔ سیّد بخاری خاندان سے تعلق رکھتے

رکھتے۔ پچاس برس کی عمر میں ۲ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ ہجری مطابق ۲ مارچ ۱۹۶۸ء بروز ہفتہ انتقال ہُوا اور اتوار کو دفن کیا۔ خطیب جامع مسجد موچی لڑہ پشاور آپ ہی کے شاگرد رشید تھے مولانا مولوی بہرام صاحب اس وقت زندہ ہیں اور بنوں خاص میں صاحب درس و افتاء ہیں۔ مولانا مولوی مستجاب صاحب کاشکاری بہت ہی قابل ترین مدرس ہیں۔ اور اپنے علاقے کے قاضی بھی ہیں۔ اخونزادہ محمد شریف نے آپ سے فقہ پڑھی تھی۔ آپ کے درس میں اکثر طلباء، سوات باجوڑ کاشکار اور سابق صدر کے ہوتے۔ عقائد حقہ اہل سُنت و جماعت کے داعی تھے۔

مفتی صاحب فقہ حنفی کے مقلد تھے۔ بسا اوقات شیعہ اور قادیانیوں سے مناظرے بھی کیے۔ اور فتح حاصل کی۔ غیر مقلدین کی شدت سے رَدّ کرتے۔ آپ کے کتب خانہ میں ہر فن کی کتاب موجود ہیں۔ ہر قسم کے فتاوے خصوصیت سے موجود ہیں۔

مولوی خطیب سید احمد صاحب جو کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں اُرمڑ میانہ میں انگریزوں کی دَور حکومت میں ہندوؤں نے مسجد کے قریب مندر بنانے کے سلسلے میں تنازعہ شروع کیا۔ علاقے کے علماء اور اہل علاقہ نے مفتی عظیم اللہ صاحب کو اپنی طرف سے سربراہ بنایا۔ اس جھگڑے کو حل کرنے کے لئے انگریز حکومت نے شرف الدین نامی کمشنر بھیجا۔ بحث و مباحثہ شروع ہُوا اور شریعت کے مطابق مفتی صاحب نے کمشنر کا ہر نکتہ ناجائز ثابت کیا۔ لیکن باوجود اس کے کمشنر نے ہندوؤں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ تو مفتی صاحب نے کھڑے ہو کر کمشنر کو گریبان سے پکڑ کر اس کو انگریزوں کا پٹھو قرار دیا۔ اور اُس کو مخاطب کر کے کہا آپ شرف الدین نہیں شرم الدین ہیں اور پھر دُعا کی کہ اے اللہ اس بلڈنگ کو نیست و نابود کر دے۔ کچھ عرصے کے بعد اس میں آگ بھڑک اُٹھی اور پوری عمارت جل کر خاکستر ہوگئی۔

مفتی عظیم اللہ صاحب نے حضرت شیخ المجاہدین جناب عبد الغفور صاحب یعنی سوات بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ آپ کا احترام کرتے اور آپ کو مراعات سے نوازتے۔ امر بالمعروف وعظ و نصیحت اور درس آپ کی زندگی

نصب العین تھا۔ پچاسی برس کی عمر تھی۔ ۱۹۳۰ء میں یہ آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا اور سید حضرت فقیر فتح شاہ بابا رحمت اللہ علیہ کے مزار کے قریب دفن ہو گیا۔ آپ کے ایک فرزند تھے مولانا مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے درس نظامی اپنے والد اور علاقہ کے مختلف علماء سے پڑھا اور فراغت حاصل کر کے صاحب ہوا اپنے والد کی مسجد میں جو طلباء آتے ان کو حسب ضرورت درس عابد و زاہد اور عالم با عمل تھے۔ اکثر امر بالمعروف کرتے۔ جناب حضرت عبدالحق صاحب المعروف ثانی صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی اکثر ذکر و فکر میں مصروف تھے زمینداری بھی کرتے ۱۹۴۲ء میں انتقال کر گئے مفتی عظیم اللہ کے نواسوں میں ایک جناب مفتی محمد سعید صاحب ہیں۔ آپ نے علاقہ کے مختلف علماء اور والد و دادا کے شاگرد علماء سے درس نظامی کی تکمیل کی اگر کبھی طلباء آجاتے تو پڑھا دیتے اور اب بھی درس و تدریس میں مصروف ہیں۔ اپنے دادا اور والد صاحبان رحمۃ اللہ علیہما کی مسجد میاں جماعت میں خطیب و پیش امام ہیں۔ ان کے بھائی مفتی محمد شریف اور مفتی عبداللطیف بھی ہیں۔ تینوں پڑھے لکھے ہیں زمینداری بھی کرتے ہیں ——— ارڑ میانہ میں حضرت سید فقیر فتح شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے اور مزار کے نزدیک حافظ معز اللہ صاحب حافظ کرم اللہ صاحب اور مولوی حافظ حبیب اللہ صاحب مفتی عظیم اللہ صاحب اور حافظ فضل احمد صاحب مفتی فقیر محمد صاحب اور مفتی عبدالحمید صاحب اور اس کے سُسر حضرت سید عالم شاہ صاحب جو بڑے بزرگ وغیرہ علماء و مرحومین مدفون ہیں۔ بہت دور دور سے حضرت سید فتح شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لوگ اور زیارت کرتے ہیں۔ مفتیان گھرانہ حضرت سید فقیر فتح شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے متولیان اور خدمت گار ہیں اور ان کی حرمت کے سبب باعزت زندگی گزارتے ہیں۔

لہ خالص سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سوات بابا جی شیخ المجاہدین جناب عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔ مانکی شریف کے جناب حضرت عبدالحق صاحب اور غوث الزمان حضرت عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے مالی امداد غیب سے ملتی تھی چھوٹا بڑا اپنا پرایا جو بھی ان سے ملتا خالی ہاتھ اسے نہ چھوڑتا۔ ۱۹۵۰ء میں وفات پا گئے

استفتاء

مفتی خلیل الرحمان نقشبندی مجددی

(۱) علماء دین شرع متین کی خدمت میں گزارش ہے کہ بہت لوگ ربیع الثانی کی گیارہویں تاریخ کو غوث الاعظم قدس سرہ کی گیارہویں شریف مناتے ہیں تو شرع شریف میں اس کی کوئی اصل ہے کہ نہیں اگر ہے تو مدلل وضاحت فرمادیں

(۲) وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفصیل وضاحت کے ساتھ فرمادیں

بعض لوگ جو کسی کے ایصال ثواب کے لئے خصوصاً حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کی گیارہویں شریف میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کے کھانے کو ناجائز اور حرام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ (وما اھل بہ لغیر اللہ) میں داخل ہے لہذا اس کا کھانا حرام و ناجائز ہے مہربانی فرما کر دونوں مسئلوں کی مدلل وضاحت فرما کر مشکور فرمادیں بینوا توجروا

ناظم مکتبہ اسلامیہ محمد آصف قادری پشاور شہر

الجواب

عطا کی ہے بلندی حق نے اہل اللہ کے جھنڈے کو
مگر سب سے گیا اونچا پھریرا غوث اعظمؒ کا
جسے خلق کہتی ہے پیارا خدا کا
اسی کا تو ہے لاڈلا غوث اعظمؒ
تیرے جد کی ہے بارھویں غوث اعظمؒ
ملی تجھ کو ہے گیارھویں غوث اعظمؒ

گیارہویں شریف۔ درحقیقت حضرت سرکار محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرنا ہے۔

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن کریم، احادیث شریف، سلف صالحین کی کتب سے اظہر من الشمس ہے جو درج کیا جاتا ہے (قرآن کریم) والذین جاءو من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا

الذین سبقونا بالایمان   ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (پ ۲۸ سورۃ حشر القرآن)

الذین یحملون العرش ومن حولہ الآیتہ پارہ ۲۴ سورۃ مومن القرآن)

ترجمہ:۔ اور وہ فرشتے جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے دعا مغفرت مانگتے ہیں اے رب ہمارے تیری رحمت اور علم میں ہر چیز سماتی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے۔

حدیث شریف:۔   عن سعد بن عبادۃؓ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقتہ افضل قال الماء فحضر بئرا و قال ھذہ لام سعد۔۔ رواہ ابو داؤد النسائی مشکوٰۃ ص ۱۶۹)

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد کی والدہ فوت ہو گئی ہے سو کونسا صدقہ افضل ہے تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی سب سے بہتر ہے سو اس نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے واسطے ہے۔

تشریح:۔ اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوتے مبلغ اسلام خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی تحریر فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں یہ بات نہایت قابل غور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی فرمارہے ہیں ھذہ لام سعد کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا گیا ہے اسے صراحتہ ثابت ہوا ہے کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ و خیرات کی جائے اگر اس صدقہ و خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر اس کا نام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے لئے ہے یا یہ کھانا یا یہ نیاز صحابہ کبار یا اہل بیت اطہار یا غوث الاعظم قدس سرہ یا خواجہ غریب نواز کے لئے ہے تو ہرگز ہرگز اس سبیل کا پانی اور وہ کھانا و نیاز وغیرہ حرام نہ ہو گا ورنہ پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اس کنویں کا پانی حرام تھا حالانکہ اس کنویں کا پانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعد میں تابعین تبع تابعین اور اہل

مدینہ نے پیا کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ سب حضرات گرامی نے حرام پانی پیا۔۔۔ معاذ اللہ کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہہ سکتا الا الوہابیین جس کنویں کے پانی کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے اور پھر اس کنویں کا پانی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور صحابہ کرام کے نزدیک حلال و طیب ہے تو جس سبیل کے پانی کے متعلق یہ کہا جائے یہ امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے لئے ہے یا یہ نیاز وغیرہ فلاں کے لئے ہے تو وہ مسلمانوں کے نزدیک بھی حلال وطیب ہی ہے۔

ثواب العبادات ص ۲۱۔۲۲

حدیث شریف۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ان رجلاً قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسہا واظنہا لو تکلمت تصدقت فہل لہا اجر ان تصدقت عنہا قال نعم ۔۔متفق علیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۲

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ بے شک میری والدہ اچانک فوت ہو گئی اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو صدقہ کرنے کی وصیت کرتی اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا اس کو اس کا ثواب پہنچے گا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس حدیث شریف کو بخاری و مسلم نے روایت کیا

حدیث شریف۔ عن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المت فی البقراۃ کا الغریق الحدیث بطولہ) رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۔ مشکواۃ شریف ص ۲۰۹

نوٹ۔ یہ حدیث شریف قدرے طویل ہے لہذا صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں

ترجمہ۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردہ کا حال قبر میں اس فریاد کرنے والے کی طرح ہے جو ڈوب رہا ہو مردہ انتظار کرتا ہے کہ اس کا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچے اور جب اس میت کو کسی

ایک کی دعا پہنچتی ہے تو اس دعا کا پہنچنا اس کو دنیا اور سب دنیا کی لذتوں سے محبوب تر ہوتا ہے
حضرت محدث کبیر شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں تفسیر عزیزی میں ومدد زندگاں بمردگان دریں حالت زود ترمی رسد و مردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف می باشند.

ترجمہ۔ اس حالت میں زندوں کی مدد مردوں کو فوراً پہنچتی ہے اور مردے اس طرف سے اس مدد کے انتظار میں ہوتے ہیں مزید ارشاد فرماتے ہیں،

ونیز وارد است کہ مردہ دراں حالت مانند غریقی است کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار می آید۔ تفسیر عزیزی ص ۱۱۱ ۳۰

ترجمہ۔ اور نیز احادیث میں آیا ہے کہ مردہ اس حالت میں اس شخص کی طرح ہے جو کہ ڈوب رہا ہو اور مدد چاہنے کے لئے فریاد کر رہا ہو اس وقت اس مردہ کو صدقات دعائیں فاتحہ اور درود شریف کی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے جو اسے کام آسکتی ہے حضرت محدث کبیر شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اس برزخی زندگی میں صدقات دعائیں اور فاتحہ کی ضرورت پر بحث فرماتے ہوتے تحریر فرماتے ہیں

ازینجا است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں امداد وکوشش تام می نمایند۔ تفسیر عزیزی ص ۱۱۱ سورۃ الشقت

ترجمہ۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی آدم مرنے کے بعد مردے کے لئے اس طریقہ پر یعنی صدقات ادعیہ فاتحہ عموماً ایک سال تک اور خصوصاً چالیس روز تک امداد اور پوری کوششیں کرتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے مرجانے کے بعد اس کے گھر والے اس کے لئے صدقہ وخیرات کرتے ہیں تو جبریل امین اس صدقہ وخیرات کو ایک نورانی طبق میں رکھ کر مرنے والے کی قبر پر لے جاتے ہیں اور صاحب قبر کو فرماتے ہیں۔

یا صاحب القبر العمیق ھذہ ھدیتہ اھداھا الیک اھلک فاقبلھا فتدخل علیہ فیفرح بھا و یستبشر و یحزن جیرانہ الذین لم یھدی الیھم شیئی شرح الصدور ص ۱۲۹

ترجمہ۔ اے گہری قبر والے یہ حدیہ و تحفہ تیرے گھر والوں نے تجھے بھیجا ہے تو اس کو قبول کر تو وہ قبر والا اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے اور دوسروں کو خوش خبری دیتا ہے اس کے ہمسائے جن کی طرف ان کے گھر والوں کی طرف سے کوئی ہدیہ نہیں پہنچا غمگین و افسردہ ہوتے ہیں۔

محقق مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او تا ہفت روز و تصدق از میت نفع می کند اورا بے خلاف میاں اہل علم و وارد شدہ است دراں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعض از علماء گفتہ اندر کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ و دعاء۔ و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید بخانۂ خود درست جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور جلد اول ص ۷۶۲

ترجمہ۔ میت کے اس جہان سے جانے کے بعد مستحب ہے کہ اس کی طرف سے سات دن تک صدقہ دیا جائے علماء کرام کا اس میں اتفاق ہے کہ صدقہ میت کی طرف سے دنیا فائدہ مند ہے اس کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں خصوصاً پانی کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ میت کو صرف صدقہ و دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات کو اپنے گھر پہنچتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کے طرف سے خویش و اقارب صدقہ کرتے ہیں یا نہیں

امام الائمہ الشیخ عبدالوہاب الشعرانیؒ فرماتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحث علی الدعاء والصدقۃ القرب المھداۃ للاموات من اقاربھم و اخوانھم و یقول ان ذلک کلہ ینفعھم ۔ کشف النعمہ بالدفن و احکام القبور و انتفاع المیت بالصدقہ ص ۲۵۱

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کے لئے ان کے رشتہ داروں اور ان کے بھائیوں کو دعا صدقہ (خیرات) اور نیکیوں کا تحفہ بھیجنے کی بہت ہی تحریص فرماتے تھے کہ یہ سب چیزیں ان مردوں کو نفع پہنچاتی ہیں)

حضرت علامہ مولانا اخوند درویزہؒ فرماتے ہیں در انیس الاتقیاء مسطور است کہ چوں مردہ را دفن کنند و درخانہ بیایند ہمدران روز باید کہ چیزے تصدق از جہت او بکند کہ مطلق رسید نیست و بدو میرسد

بخلاف معتزلہ کہ ایشان قبول ندارند تصدق را ارشاد الطالبین ص ۲۵۰ علامہ اخون درویزہ متوفی ۱۰۴۶ھ

ترجمہ۔ انیس الاتقیاء میں لکھا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد جب گھر پر واپس آجائیں تو اسی دن اس مردہ کی طرف سے صدقہ (خیرات) کریں کہ اس کو پہنچتا ہے اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں کہ مردوں کو صدقہ پہنچتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ ابو یزید قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور یہی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے مجھے اس کی صحت میں تردد تھا ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتاً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبی کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب یعنی ستر ہزار بار کلمہ اس کی ماں کو بخش دوں چنانچہ میں نے ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دیا میرے اس پڑھنے کی خبر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس واقعہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار میں میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا اور دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا فضائل ذکر ص ۸۴-۸۵

از شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا مصنف تبلیغی نصاب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا

شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب فرماتے ہیں کہ امام نووی ؒ نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہی مذہب حق ہے اور بعض لوگوں نے لکھ دیا ہے کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہنچتا یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی ہوئی خطا ہے یہ قرآن کریم کے خلاف ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے خلاف

ہے یہ اجماع امت کے خلاف ہے اس لئے یہ قول ہرگز قابل التفات نہیں، فضائل صدقات حصہ اول ص ۹۵

ان تمام حوالوں سے صاف ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف کو منانے میں کوئی ممانعت شرعاً بالکل نہیں ہے اس لئے کہ گیارہویں شریف کا حقیقی مقصد ہی حضور غوث الاعظم قدس سرہ کے روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرنا ہے اور ایصال ثواب مطلوب شرعی ہے جسے انکار کوئی بھی مسلمان نہیں کرسکتا ہے گیارہویں شریف کی مبارک تقریب صرف پاکستان ہی میں مروج نہیں بلکہ بلاد عرب و عجم میں بزرگان دین و اہل ایمان اس کا اہتمام کرتے آتے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے محقق کتاب و سنت حضرت شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں بے شک ہمارے ملک ہندوستان میں آج کل عرس غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ و گیارہویں شریف کی گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے استاد اور پیر امام عبدالوہاب متقی کیؒ بھی اس تاریخ کو گیارہویں کی مجلس منعقد کر کے ختم شریف کیا کرتے ماثبت من السنۃ تذکرہ غوثیہ ۲۵

تاریخ اور دن مقرر کرنا۔ بعض لوگ گیارہویں شریف اور عرس وغیرہ کے لئے دن و تاریخ مقرر کرنے پر اعتراض کرتے ہیں لہذا اس موقع پر اس کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک مذہب حق اہل سنت والجماعت کا تعلق ہے تو ایسی تقاریب سعید یعنی گیارہویں شریف اور اعراس بزرگان دین جو ایصال ثواب کی نیت سے منعقد کی جاتی ہیں کے لئے تقرر یوم و تاریخ کوئی ضروری نہیں ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایصال ثواب جب بھی اور جس دن بھی کیا جائے بالکل جائز ہے صرف بات اتنی ہے کہ احباب و مریدین وغیرہ کسی سہولت کے لئے دن و تاریخ کا تقرر کیا جاتا ہے اور یہ تقرر یوم و تاریخ عرفی ہے نہ کہ شرعی یعنی یہ شریعت میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہے

اس ضمن میں مخالفین و مانعین کے رہنما و بزرگ ہستی جناب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں تاہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچا دیا جائے یہ مصلحت ہے تعین یوم

میں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸) معلوم ہوا کہ تعین یوم و تاریخ بالکل جائز ہے
فخر موجودات علیہ التحیۃ والثنا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خود وعظ فرمانے، نفلی روزے رکھنے، سفر کرنے کے دن معین فرماتے ہوئے تھے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۱ بخاری شریف ص ۳۶ ج ۱ رب ذوالجلال نے بھی لوگوں کے اعمال اپنی بارگاہ میں پیش فرمانے کے لئے جمعرات کی شام اور جمعہ کی رات کے دن اور وقت معین فرماتے ہیں ادب المفرد ص ۴۵ غوث الاعظم ص ۲۷
تذکرہ غوثیہ میں ہے۔ جہاں تک تعین یوم و تاریخ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق وضاحت ہے کہ علماء حق اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ خواہ مخواہ گیارہ تاریخ ہو جب چاہیں ایصال ثواب کر سکتے ہیں لیکن احباب کی آسانی کے لئے دن یا تاریخ مقرر کی جاتی ہے لہذا اس تعین یوم پر اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے ص ۳۵ تذکرہ غوثیہ
علامہ غلام رسول سعیدی توضیح البیان میں فرماتے ہیں اب اختلافات اس بات میں رہ گیا کہ سوئم گیارہویں اور عرس وغیرہ کی معین تاریخوں میں بھی ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں پس ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ بلاشبہ جائز ہے کیونکہ دلائل شرعیہ سے ایصال ثواب کے حکم کلی کا جواز ثابت ہے اور ایسا غوجی کے طالب علم سے بھی یہ امر مخفی نہیں ہے کہ کلی اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے پس سوئم چہلم ششماہی برس عرس اور گیارہویں وغیرہ ایصال ثواب کے افراد ہیں اور جس طرح کلی بغیر افراد کے پایا جانا باطل ہے اسی طرح نفس ایصال ثواب کا بغیر کسی معین دن کے پایا جانا باطل ہے علامہ موصوف آگے لکھتے ہیں سرفراز صاحب نے اعلیٰ حضرت اور دوسرے فقہاء کرام کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ تعیین بدعت ہے گزارش ہے کہ مطلق تعیین بدعت نہیں ہے بلکہ تعیین شرعی؛ بدعت ہے یعنی کوئی شخص یوں اعتقاد کرے کہ اگر گیارہ تاریخ کو ایصال ثواب کیا گیا تو صحیح ہے اور اگر بارہ کو کیا گیا تو حرام ہے اور ان تاریخوں میں ایصال ثواب کو فرض یا واجب سمجھے تو یقیناً یہ تعیین بدعت سیئہ اور باطل محض ہے۔
اور اگر آپ کو ہماری اس تحقیق کو ماننے میں تامل ہو تو لیجئے ہم آپ کے پیر روشن ضمیر کی زبان سے کہلواتے دیتے ہیں دیکھئے: جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں نفس ایصال ثواب ارواح اموات

میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھنے یا فرض و واجب اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورۃ خاص معین کرنے کو فقہا و محققین نے جائز رکھا ہے فیصلہ ہفت مسئلہ توضیح البیان ص ۱۴۶)

آگے چل کر مولانا موصوف تعیین یوم و تاریخ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں سوئم چہلم اور عرس وغیرہ ایصال ثواب کے حکم کلی کے افراد ہیں اور ان تاریخوں کی تعیین شرعی نہیں عرفی ہے اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم مطلق ہے ظہر کی نماز اپنے پورے وقت میں سے جس وقت بھی پڑھ لی جائے ادا ہو جائے گی لیکن اس کے باوجود مساجد میں ادائیگی کا وقت معین کر دیا جاتا ہے کوئی ظہر ڈیڑھ بجے ہوتی ہے اور کہیں دو بجے اور کہیں ڈھائی بجے لیکن یہ تعین عرفی ہوتی ہے اور اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ان معین اوقات کے علاوہ اگر پہلے یا بعد نماز ادا کی گئی تو نماز ناجائز ہوگی اس طرح سوئم چہلم وغیرہ کا معاملہ ہے ان ایام کی تعیین عرفی ہے اور ان ایام کے پہلے یا بعد بھی ایصال ثواب جائز ہے ص ۱۵۰ توضیح البیان۔۔ عقلمند حرفے بس است

نوٹ۔ مذکورہ جملہ حوالہ جات سے بطور احسن ثابت ہوا کہ محفل گیارہویں شریف سوئم چہلم برسی وغیرہ بمعہ تعیین دن و تاریخ منانا شرعاً بالکل جائز ہے۔

(۲) اس مسئلہ میں علماء حق اہل سنت و الجماعت کا کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ سب کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ گیارہویں شریف کا کھانا اور اولیاء کرام کے ایصال ثواب کے لئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان کا کھانا بالکل بلا چوں و چرا جائز حلال طیب ہے

یہ پیروان نجد و دیوبند کا کارنامہ ہے کہ جس طرح مقام ولایت و شان غوثیت کے مخالف ہیں اس طرح آپ کی گیارہویں شریف و ایصال ثواب کو روکنے کے لئے نہایت ڈھٹائی سے حکم قرآنی (و ما اھل بہ لغیر اللہ) میں تحریف کر کے ا۔ گیارہویں پر چسپاں کر کے حرام ٹھہراتے ہیں لا حول و لا قوۃ الا باللہ اس بارے میں ذیل میں تفاسیر سے چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں رتیں

المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (وما اھل بہ لغیر اللہ) کی تفسیر یوں فرماتے ہیں (ماذبح لغیر اسم اللہ عمداً للاصنام) ترجمہ:۔ یعنی اس جانور کا کھانا حرام ہے جس کو عمداً قصداً بتوں کے لئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اس پر خدا کو چھوڑ کر کسی بت (باطل معبود) کا نام لیا جائے ، پارہ نمبر ۲ ص ۱۸ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ

وضاحت:۔ اس سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ جس جانور کو بوقت ذبح لات منات وغیرہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے اور اگر کسی ولی وغیرہ کے ایصال ثواب کے لئے جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام یعنی بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے تو وہ بالکل حلال ہے اولیاء اللہ کی طرف گائے بکرا وغیرہ منسوب کرنے کا اصل مطلب و مقصد ان کی ارواح طیبات کو ایصال ثواب کرنا ہے۔

تنبیہ:۔ محض کسی جانور کو کسی کے طرف نسبت کرنے ہی سے اگر وہ حرام ہوتا ہے تو پھر مخالفین قربانی اور عقیقہ کرنا بھی چھوڑ دیں اور ان کی حرمت کا فتویٰ بھی جاری کریں کیونکہ قربانی اور عقیقہ میں بھی جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے اس کو شخص معین کی طرف منسوب کیا جاتا ہے

تفسیر خازن میں وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت مرقوم ہے یعنی وماذبح الاصنام الطواغیت و اصل الاھلال رفع الصوت و ذلک انھم کانوا یدفعون اصواتھم بذکر المتھم اذاذبحوالھا۔ الا ترجمہ:۔ یعنی وما اھل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ جانور ہیں جو باطل معبودوں اور بتوں کے لئے خاص کر ذبح کئے جاتے تھے اور اھلال کا معنی آواز کو بلند کرنا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ کفار جانوروں کو ذبح کرتے وقت اپنے معبودوں کا نام بلند آواز سے لیا کرتے ظاہر ہے کہ ایسے مذبوحہ کا کھانا عند اہل السنۃ والجماعت بھی حرام ہے اب اگر مانعین ایک پاک طیب جانور کے کھانے کو حرام کہتے ہیں تو ان کے پاس قرآن کریم میں تحریف کرنے کے علاوہ کون سی دلیل ہے تفسیر خازن جلد نمبر ا ص ۱۱۹)

اب تفسیر احمدی کو ملاحظہ کریں جو ... احناف کی مسند اور معتمد تفسیر ہے وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت فرماتے ہیں ۔ معناہ ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل لات و عزی و اسماء الانبیاء و غیر ذلک .. الی ان قال .. ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھوالرسم فی زماننا حلال طیب لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا ... انتہیٰ ..

تفسیر احمدی پارہ نمبر ۲ ص ۳۹

ترجمہ۔ معنی یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جاتے مثلاًلات یا عزیٰ (یہ کافروں کے معبود تھے) یا کسی پیغمبر علیہ السلام یا کسی اور کا تو اس مذبوحہ کا کھانا حرام ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا تو اس کا کھانا بالکل جائز ہے مفسر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور۔یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی کہ وہ گائے جو اولیاء اللہ کے ایصال ثواب کی نیت سے مانی جاتی ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں عام رواج ہے جب اس پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتے تو وہ بالکل پاک اور طیب ہے اور اس کا کھانا بالکل درست ہے اگرچہ وہ مانی جاتی ہے اولیاء اللہ کے لئے لیجئے حضرت مفسر نے دو ٹوک الفاظ میں فیصلہ سنا دیا اور یہ فیصلہ اس زمانے میں ہوا تھا جس زمانے میں عالمگیری تصنیف ہورہی تھی اور ہزاروں جید متبع شریعت علماء و مشائخ عظام موجود تھے مگر کسی عالم نے اس فیصلہ سے اختلاف فرمایا اگر اختلاف کیا تو نجدی کے پیرو کاروں نے جن کی حقیقت اہل علم حضرات سے پوشیدہ نہیں اور علماء دیوبند ہیں جناب مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس کا اختلاف کیا ہے جو لایعوابہ ہے کسی طرح قابل اعتبار نہیں۔۔۔

.

ھدایہ میں ہے و ذبیحتہ المسلم والکتابی حلال الا یہاں حاشیہ نمبر چار پر درج ہے حاشیہ نمبر ۴ و ذبیحتہ الکتابی فیما اذالم یذکر وقت الذبح اسم عزیز اللہ علیہ السلام او اسم المسیح علیہ السلام و اما اذا ذکر ذلک فلا تحل کما لا تحل ذبیحتہ المسلم اذا ذکر وقت الذبح غیر اسم اللہ تعالیٰ لقولہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ فحال الکتابی فی ذلک لا یکون اعلیٰ من حال المسلم ص ۳۶۸ کتاب الذبائح جلد نمبر ۳ ھدایہ آخر،

ترجمہ۔ جس جانور کو مسلمان یا کتابی ذبح کردے اس کا کھانا حلال ہے۔ حاشیہ نمبر ۴ پر درج ہے، یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت حلال ہے جب کہ اس نے ذبح کے وقت اس پر عزیر علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کا نام نہ لیا ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو اور اگر کتابی نے ذبح کے وقت ذبیحہ پر عزیر علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا ہو تو اس کا کھانا حرام ہے جیسے کہ حلال نہیں ذبیحہ

اس مسلمان کا جس نے ذبح کے وقت ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے کر کسی اور کا نام لیا ہو بوجہ قول اللہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ

وضاحت:۔ مصنف ہدایہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی وضاحت فرمادی جس کے خلاف سوائے معاند کوئی بھی لب کشائی نہیں کر سکتا۔۔۔۔ اس عبارت سے صریحاً ثابت ہوا ہے کہ وما اھل بہ لغیر اللہ کا معنی و مطلب یہی ہے کہ ذبیحہ پر عندالذبح یعنی ذبح کرنے کے وقت اگر بسم اللہ، اللہ اکبر نہ کہا گیا ہو تو اس کا کھانا یقیناً حرام ہے مزید تفصیل و معلومات کے لئے اگر کسی کا شوق ہو تو مذکورہ حوالہ کے تحت ہدایہ شریف کو دیکھ سکتا ہے اب اس عبارت مذکورہ سے مکمل طور پر یہ ثابت ہو گئی کہ جو جانور اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا جاتا ہے اور ایصال ثواب کے لئے اس کا ثواب والدین یا کسی ولی اللہ بالخصوص حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روح پر فتوح پر ہدیہ کیا جاتا ہے اس جانور کا گوشت کھانا شرعاً بالکل جائز و درست ہے اور یہی ہے مسلک اہل سنت والجماعت کا اور یہی ہے عقیدہ تمام مسلمانوں کا من الاول الی الآخر جو اس کے خلاف ہے وہ دائرہ اہل سنت والجماعت سے خارج بلکہ من الخوارج ہے۔۔۔۔ اب میں تفسیر ضیاء القرآن کی عبادت پیش کرتا ہوں اس کو غور سے پڑھیں اور اس پر عمل کریں وھو ھذا

وما اھل بہ لغیر اللہ ترجمہ:۔ اور حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر وہ جانور، بلند کیا گیا ہو جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کے نام حاشیہ نمبر ۱۹۶ پر فرماتے ہیں میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور وہ جانور جس پر بلند کیا گیا ہو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام، میں نے اس ترجمہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے فارسی ترجمہ کا اتباع کیا ہے قرآن کریم میں یہ آیت شریف چار بار آئی ہے اور ہر جگہ حضرت شاہ صاحب نے یہی ترجمہ کیا ہے اور ما اھل کے لفظی ترجمہ میں وقت ذبح کی قید کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے مثلاً اپنے اس آیت کا ترجمہ:۔ وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا کے الفاظ سے کیا ہے دفتح الرحمان اور تمام مفسرین کرام نے اس آیت شریف کا یہی معنی بیان فرمایا ہے، میں امام ابو بکر حصاص کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں امام ابو بکر فرماتے ہیں

ولا خلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحتہ اذا اھل بہا لغیر اللہ عند الذبیح

ترجمہ۔ یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے (مزید تحقیق کے لئے خواہش مند حضرات تفاسیر قرطبی، تفسیر مظہری، تفسیر بیضاوی، تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر وغیرہ ملاحظہ فرمادیں۔ بعض لوگ ان چیزوں کو بھی حرام کہہ دیتے ہیں جن پر کسی ولی یا نبی کا نام لے دیا جائے خواہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے کیوں نہ ذبح کیا ہوا ہو کیونکہ اس طرح مشرکین کے مشرکانہ عمل سے تشبیہ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے بتوں کے نام لے دیا کرتے تھے لیکن اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے اس عمل کو مشرکین کے عمل سے ظاہری یا باطنی، صوری یا معنوی کسی قسم کی بھی مشابہت نہیں کفار جب ایسے جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اپنے بتوں کا نام لے کر ان کے گلے پر چھری پھیرتے وہ کہتے باسم اللات۔ العزیٰ۔ لات اور عزیٰ کے نام سے ہم ذبح کرتے ہیں اور مسلمان ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا گوارا ہی نہیں کرتے اس لئے ظاہری مشابہت نہ ہوئی نیز کافران جانوروں کو ذبح کرتے تو ان بتوں کی عبادت کی نیت سے ان کی جان تلف کرتے کسی کو ثواب پہنچانا مقصود نہ ہوتا اور مسلمان کسی غیر خدا کی عبادت کی نیت سے یا کسی کی خاطر ان کی جان تلف نہیں کرتے بلکہ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ اس جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرنے کے بعد یا یہ کھانا پکانے کے بعد فقراء۔ اور عام مسلمان کھائیں گے اور اس کا جو ثواب ہو گا وہ فلاں صاحب کی روح کو پہنچے۔ واضح ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے عمل اور مشرکین کے طریقہ میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے ہاں اگر کوئی ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لے یا کسی غیر خدا کی عبادت کے لئے کسی جانور کی جان تلف کرے تو اس چیز کے حرام ہونے اور ایسا کرنے والے کے مشرک و مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں اگر مقصد صرف ایصال ثواب ہو جیسے ہر کلمہ گو کا مقصد ہوا کرتا ہے تو اس کو طرح طرح کی تاویلات سے حرام کہنا اور مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ دیتے چلے جانا کسی عالم کو زیب نہیں دیتا مفصل بحث سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۱۵ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں

سورۃ البقرہ پارہ نمبر ۲ ص ۱۱۶ جلد نمبر ۱ تفسیر ضیاء القرآن مفسر حضرت جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سرگودھا

رب ذوالجلال کی بارگاہ میں قوی امید رکھتا ہوں کہ ہمارے ان پیش کردہ حوالوں سے وہ لوگ بھی راہ راست پر آجائیں گے جو اب تک اس مسئلہ میں مخالفت کرتے رہے ہیں اور معتقدین کی پختگی عقائد کے لئے ممدو معاون ثابت ہوں گے

هذا ما عندی من الکتاب واللہ اعلم بالصواب

نعت شریف

ساغر صدیقی

دل و نظر میں لیے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آؤ
خیال و فکر کی حدوں سے ماورا آؤ
در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آتی ہے مجھ کو یہ آواز
یہاں ملے گی تجھے دولت بقاء آؤ
جلائے رہتی ہے عصیاں کی آگ محشر میں

بس اب نہ دیر کرو شافع الوریٰ آؤ
برنگ نغمۂ بلبل سنا کے نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ذرا چمن میں شگوفوں کا منہ دھلا آؤ
برس رہی ہیں چمن پر گھٹائیں وحشت کی
بھٹک رہا ہے بہاروں کا قافلہ، آؤ
فراز عرش سے میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساغر
ملا یہ حکم کہ نعلین زیر پا آؤ

تبصرہ کتب

نوٹ:۔ تبصرے کے لئے دو کتابیں ارسال کی جائیں

عنوان:۔ حیات نظام فی الانوار قرآن

مصنف:۔ مولانا محمد حسن نظامی

صفحات:۔ ۲۵۷

قیمت ۹۹ روپے

ناشر:۔ مولانا محمد حسن نظامی خطیب جامع مسجد کچہری ڈیری اسماعیل خان

تبصرہ نگار:۔ سید محمد انور شاہ قادری کفش بردار مدیر اعلی الحسن

حضرت علامہ مولانا محمد حسن صاحب نظامی ایک جید عالم دین اور بلند پایہ خطیب ہیں تعلیم و تدریس کے شعبے سے منسلک رہنے کے ساتھ ساتھ سلسلہ چشتیہ نظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ ہیں مرشد ارشد اور خانقاہ عالیہ تونسہ شریف سے والہانہ عقیدت کا اظہار کتاب ہذا کی صورت میں پیش کر کے اہل طریقت کی رہنمائی کا فریضہ پورا کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے۔

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے حصہ اول میں موجودہ حالات، توحید و رسالت اعجاز قرآن اور روحانیت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے عصر حاضر کے مذہبی، نظریاتی، اخلاقی اور عالمی حالات کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی زبوں حالی انتشار و افتراق اور غفلت و بے حسی پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے۔ جبکہ غیر مسلموں کی مکاری و فریب کاری اور سازش کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"طاقتور قومیں بعینہ وہی کھیل، کھیل رہی ہیں کہ جس طرح ایک معصوم بچے سے کوئی ہیرے جواہرات اور سونے کا جڑا ہوا کروڑوں روپے کا قیمتی ہار لے لے اور اس کے ہاتھ میں ایک گاتا بجاتا کھلونا دے دے وہ بچہ اس پر فریفتہ ہو جائے اور اس سے کھیلنے لگ جائے" (ص ۲،۳)

توحید و رسالت کے باہمی تعلق پر بھی بڑے دل نشین انداز میں روشنی ڈالی ہے اور قرآن مجید کے

اعجاز کو بڑے عام فہم اور سائنسی طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اس ضمن میں چند آیات کریمہ کا ترجمہ و تفسیر بڑے منفرد انداز سے پیش کی گئی ہے مثلاً آیت کریمہ ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاما بعوضتہ فما فوقھا کی تفسیر کرتے ہوئے فما فوقھا سے جراثیم مراد لئے ہیں جو اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتے یاد رہے کہ جرثومہ تھیوری اٹھارویں صدی عیسوی میں فرانس کے ایک سائنس دان لوئی پاسچر نے تجربات کے بعد دریافت کی۔

اس تفسیر کو بیان کرنے کے بعد قرآن مجید کی رفعت کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"انسان جوں جوں ترقی کی منازل طے کرے گا قرآن اس کے سامنے اپنے حجابات کھولتا جائے گا اور انسان ہر منزل پر قرآن کو پہلے سے موجود پائے گا" (ص ۲۶)

دوسرے حصے میں حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی، حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب تونسوی، حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی اور حضرت خواجہ محمد محمود چراغ تونسوی رحمت اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پنجاب میں چشتیہ نظامیہ سلسلے کی ترویج اور حضرت شاہ فخرالدین صاحب چشتی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے پہنچیں اور ان کی تکمیل حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعے ہوئی جس کے نتیجے میں تونسہ شریف، احمد پور شریف، چاچڑاں شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کی عظیم الشان خانقاہیں وجود میں آئیں اور چشتیہ نظامیہ سلسلے کے انوار و تجلیات سے پنجاب کی سرزمین منور ہوئی۔

حصہ سوم میں حضرت خواجہ نظام الحق والدین شاہ غلام نظام الدین تونسوی بن حضرت خواجہ محمد محمود چراغ تونسوی رحمتہ اللہ علیہما کے سوانح حیات تحریر کئے گئے ہیں آپ کی ولادت، تعلیم و تربیت، عبادت و ریاضت، سخاوت، عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلموں سے حسن سلوک، تحریک ختم نبوت میں آپ کے کردار اور وصال کے مفصل حالات قلم بند کئے گئے ہیں آپ کی اولاد

اد اور خلفاء کا ذکر بھی کیا گیا ہے مجلہ الحسن کے مدیر اعلیٰ، استاد کامل، مرشد اکمل حضرت علامہ سید رامیر صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی کے چھوٹے بھائی سید اختر الزمان شاہ صاحب گیلانی (مرحوم) شتیہ نظامیہ سلسلے میں آپ کے بیعت شدہ تھے اور اسی نسبت کی بدولت چشتی صاحب کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔

فاضل مصنف نے بڑی محنت سے اپنے مرشد طریقت کے حالات اور چشتیہ نظامیہ تونسویہ سلسلے کے مشائخ کی تاریخ رقم کی ہے علاوہ ازیں توحید رسالت اور ولایت کے مضبوط و لازوال رشتے کی بھی بھرپور وضاحت کی ہے اور جگہ جگہ قرآن و حدیث، فقہ و تصوف اور بزرگان دین کے ملفوظات نقل کئے ہیں اگر قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ دیگر ماخذ کا بھی حوالہ درج کر دیا جاتا تو کتاب کی افادیت میں زید اضافہ ہو جاتا۔

بہرحال اس کتاب میں عامہ انسانیت خصوصاً امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی کا خاطر خواہ سامان فراہم کیا گیا ہے کہ وہ ظلمت و گمراہی اور موجودہ پستی و تنزل سے نجات حاصل کرنے کے لئے ولایت کا دامن تھام لیں تو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور دربار نبوت پر جبین نیاز خم کر کے توحید کی معرفت سے سرشار ہو سکتے ہیں اور اس طرح قرب خداوندی کے مقام پر پہنچ کر اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سفید کاغذ، عمدہ کمپیوٹر کمپوزنگ، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل نے کتاب کے ظاہری حسن کو دوبالا کر دیا ہے بڑھتی ہوئی مادیت پرستی کے اثرات، گھٹن بے چینی سے نجات حاصل کر کے سکون و اطمینان حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ مفید ثابت ہو سکتا ہے اور مقصد حیات کو سمجھنے میں بھی بہترین معاون ہو سکتی ہے۔

ضروری اعلان برائے قارئین کرام

معزز قارئین کرام، السلام و علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اُن تمام حضرات کو جنہوں نے سالانہ چندہ برائے پندرہ روزہ ''الحسن'' پشاور سال 1996ء تا نومبر 1997ء جمع کروایا تھا اطلاع دی جاتی ہے کہ آپکا سالانہ چندہ نومبر 1997ء میں ختم ہو رہا ہے۔ لہذا گزارش ہے کہ حسب سابق امسال بھی اپنا سالانہ چندہ نومبر 1997ء سے نومبر 1998ء تک کیلئے جمع کروا کر سال نو میں رسالے کی خریداری کو یقینی بنائیں۔ بصورت دیگر آئندہ دو ماہ کے بعد آپ کو رسالے کی ترسیل منقطع کردی جائے گی۔

سالانہ چندہ جو کہ ملک کی اقتصادی بحران کی وجہ سے -/200 روپے سے بڑھا کر -/240 روپے کر دیا گیا ہے جلد از جلد جمع کروا کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں۔

بنک ڈرافٹ بھجوانے کا پتہ

A/C No. 6506-7

بنام ''الحسن'' پشاور

یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ

کوڈ نمبر 053 پشاور سٹی

والسلام مع الاکرام

سید غلام الحسنین قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ پندرہ روزہ ''الحسن''

پشاور